وادی اشکومن

(تاریخ کے آئینے میں)

تحقیق و تالیف : محمد جان

جملہ حقوق محفوظ ہیں !

All rights of Text & Layout reserved.
No part of this book may be produced without permission of the writer, otherwise legal proceeding shall be initiated.

ضابطہ:

کتاب	:	وادی اشکومن
مصنف	:	محمد جان (0315-5580623)
بارِ اوّل	:	اپریل 2010ء
پرنٹنگ	:	نارتھ نیوز ایجنسی مدینہ سپر مارکیٹ، گلگت
تعداد	:	300 کاپیاں
قیمت	:	275 روپے
سرورق	:	فرہاد علی سنگل' غذر (03555125467)

تقسیم کنندہ:

☆۔ نارتھ نیوز ایجنسی مدینہ سپر مارکیٹ، گلگت
☆۔ سکائی مووِیز اینڈ فوٹو پوائنٹ چٹورکھنڈ اشکومن
☆۔ ساجد نیوز ایجنسی گاہکوچ، غذر
☆۔ کاروان فکر و ادب، گاہکوچ، غذر
☆۔ سٹشنری اینڈ جنرل سلز پوائنٹ' ایمت اشکومن
☆۔ سیٹشنری اینڈ جنرل سلز' فیض آباد اشکومن

☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اُنتساب

والدین کے نام
جنہوں نے مجھے
زیورِتعلیم سے آراستہ کیا،
ان اساتذہ، بزرگوں اور دوستوں کے نام
جنہوں نے اس کتاب کے حوالے سے
علمی وعملی تجاویز دیں۔

☆☆☆

یہ کاروان ہستی مٹتی نہیں ہماری
برسوں رہا ہے دُشمن دورِ زمان ہمارا
(اقبالؔ)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہرست وعنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	انتساب	5
2	تعارف	11
3	تقریظ	12
4	تخلیقی کاوش	14
5	مقدمہ	15
6	وجہ تسمیہ	21
7	محل وقوع	26
8	آب و ہوا	29
9	وادیاں	30
10	وادی اشکومن کے اہم درے	40
11	مذاہب (اسلامی مسالک)	42
12	زیارات	52
13	رقبہ و آبادی	54
14	معیشت	54
15	رہن سہن	56
16	لباس	59
17	وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں	60
18	قدیم تہذیب میں بدھ مت کے آثار	61

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19	ہنی سارا ایک ڈیم	64
20	وادی اشکومن اور واخان	66
21	جہانگیر بدخشانی کا حملہ	69
22	وادی اشکومن سنٹر کوٹ میں لوگوں کی آمد	70
23	حملہ آوروں سے خوف اور شکار کی تعمیر	72
24	شکار کی طرز تعمیر	74
25	چترال کے حکمران اور وادی اشکومن	76
26	والئی یاسین اور اشکومن	80
27	ریاست پونیال اور اشکومن	85
28	انگریزوں کی گلگت ایجنسی اور اشکومن	86
29	علی مردان خان وادی اشکومن میں انگریزوں کا پہلا گورنر	
30	علی مردان خان کی زندگی پر ایک نظر	90
31	ایمت کی اطراف میں وخی قبائل کی آمد	92
32	چٹورکھنڈ کے قبائل کی آمد	93
33	اعلٰی بودی اور کوچک کی کہانی	95
34	وادی اشکومن شاعر کی زبانی	98
35	اشکومن میں راجگی نظام	100
36	انگریزوں کی حکومت کا طریقہ کار	104
37	آزادی میں غلامی کا دور	105
38	ضلع غذر اور اشکومن	109

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
39	اشکومن میں تعلیمی ارتقاء	110
40	زبانیں	113
41	ذاتیں اور قبیلے	114
42	برصغیر میں مملکت پاکستان کا قیام	118
43	سماجی اور عدالتی نظام	119
44	ثقافت و رسومات	121
45	نسالو	122
46	تخم ریزی یا بھی(Bee)	123
47	شیپو گھوٹ	125
48	نالہ سے آمد	126
49	شادی بیاہ	126
50	موسیقی	129
51	علامتی کیلنڈر کا نظام	131
52	کتابیات/ریفرنس	132
53	اندارج رسائل اور اخبارات	135
54	انٹرویوز	136
55	تصاویر	

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعارف

وادی اشکومن کے بارے میں محمد جان کا تحقیقی مسودہ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ آنجناب کو وادی اشکومن پر تاریخی کتاب مرتب کرنے کے حوالے سے تقدم کا درجہ مِل گیا ہے۔ اشکومن جہاں ایک اسٹریٹیجک اہمیت کا علاقہ ہے وہیں ایک افسانوی حیثیت کی وادی بھی ہے۔ وکٹورین اور بعد وکٹورین زمانے کے فرنگی سیاحوں نے اپنے سفر ناموں یا خفیہ رپورٹوں میں اس وادی کی اہمیت ثقافت،غربت، شخصی راج اور لوگوں کی کسمپرسی پر بہت کچھ لکھا ہے، آج وہ کتابیں دستیاب ہیں نہ وہ سفر نگار رہے۔ بات رفت گزشت ہوگئی۔

محمد جان صاحب ''عشق من'' کے قابل فخر فرزند ہیں تاریخ کی یہ کتاب لکھ کر اپنی مٹی کا قرض ادا کیا۔ آپ زیرنظر کتاب میں تاریخ کی راہداریوں سے ہوتے ہوئے حال کے آنگن میں اتریں گے اور جھروکوں سے جھلمل ثقافت کی قوس قُزح کا نظارہ کریں گے۔ جان صاحب نے متون مغربی و مشرقی قدآور قلمکاروں کے اقتباسات شامل کرکے کتاب کی صحت پر اٹھنے والے سوالات کا راستہ مسدود کیا ہے۔ ہاں میں فاضل قلمکار سے درخواست کروں گا کہ اشکومن کی ثقافت پر الگ سے ایک کتاب بھی مرتب کریں۔ کیونکہ یہ علاقہ جدیدیت کے سیلاب کے سامنے آخر کتنی دیر قیام کرے گا تبدیلیوں کا ایک طوفان ہے جو امڈا چلا آرہا ہے۔

نوجوان سکالر کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد

شیرباز علی برچہ

۱۷فروری ۲۰۱۰ء

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

تقریظ

دور حاضر میں الیکٹرانک میڈیا کی یلغار کے باعث مطالعاتی شوق نے دم توڑ لیا ہے۔ ہم کتابوں سے دور ہوتے جارہے ہیں لیکن حقیقتاً زندگی کا اصل سرمایہ کتابوں میں موجود ہے۔ کتابیں انسانی معاشرت، تجربہ، علمیت، فضلیت اور اقدار کی زینے تیار کرتی ہیں۔ جن پر چل کر انسان نے ترقی کے منازل طے کئے ہیں۔ الیکٹرنک میڈیا کی افادیت اپنی جگہ لیکن بنیادی طور پر یہ بھی کتابوں کا محتاج ہے۔

کتاب لکھنا اور پڑھنا ایک استعداد کا نام ہے۔ ان وسائل کے ذریعے انسانی معاشرت، تجربہ اور فکر کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کتابیں باتیں کرتی ہیں:

کتابیں باتیں کرتی ہیں سہارا جی لبھانے کی
کبھی اگلے زمانے کی، کبھی پچھلے زمانے کی
کتابیں سچی ساتھی ہیں نہ ان سے ناتا تم توڑو
کہیں یہ کھو ہی نہ جائیں انہیں تنہا تم نہ چھوڑو
کتابوں کے کئی حصے ہیں، ان میں ماضی کے قصے
حقائق کے روایت کے، ہنرمندی ثقافت کے
ہیں سب روشن مثالیں یہ ہمیں انسان بنانے کی
کتابیں باتیں کرتی ہیں ہمیں سب کچھ بتانے کی

وادی اشکومن (تاریخ کے آئینے میں)، اشکومن کے بارے میں ایک مبسُوط مقالہ

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جسے محمد جان نے مرتب کیا ہے۔ میرے خیال میں اشکومن کے حوالے سے یہ اولین تحقیق ہے جس میں اس کی جغرافیہ، معاشرت اور تاریخ کے بنیادی خدوخال پر توجہ دی گئی ہے۔ اس میں ہنرمندی کی باتیں بھی ہیں، ثقافت کی باتیں بھی ہیں کہ یہاں کے لوگوں نے کس طرح مل کر جینا سیکھا اور کس طرح اس علاقے کی ترقی کو پرواں چڑھایا۔ محمد جان کی کوشش قابل قدر ہے کہ باوجود یکہ اس متعلق خاطر خواہ مواد دستیاب نہ تھا' انہوں نے ایک مقالہ مرتب کرکے اپنی تحقیقی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا ہے۔ انہوں نے دوسرے قلمکاروں کو راہ دکھائی ہے کہ وہ بھی آگے بڑھیں اور دوسروں کو اس وطن کے روشن چہرے دکھائیں۔ محمد جان کے معلومات سے کئی اہم نکات پر روشنی پڑتی ہے کہ یہاں قبائل کہاں سے آئے وہ اپنے ساتھ کیا کیا سوغاتیں لائے۔ یہاں کی معاشرت کیسے پرواں چڑھی؟ مذہب نے کون کونسے روپ دکھائے۔ سیاست اور حکومت کے کیا رنگ ڈھنگ رہے۔ غرض بہت سے باتیں ہیں جو مقالے کو دلچسپ بناتی ہیں۔

میں محمد جان کو ان کی اس تخلیق پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی اس جدوجہد کو آگے بڑھائے۔ آمین

پروفیسر عثمان علی' گلگت

۲۲ فروری ۲۰۱۰ء

تحقیقی کاوش

محترم محمد جان نے ہمدرد یونیورسٹی کراچی میں بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے جو مقالہ لکھا تھا' اسے کتابی شکل دے کر منظر عام پر لانے کا فیصلہ کرکے درحقیقت اپنے علاقے کے تاریخی منظر نامے کو اجاگر کیا ہے۔ان کی یہ کاوش یقیناً لائق ستائش ہے۔ اگرچہ مجھے تاریخ سے زیادہ شغف نہیں رہا ہے اور نہ ہی میں اس کی موشگافیوں سے واقف ہوں۔لیکن فاضل مصنف کے اصرار پر میں نے ان کے نثری مسودے کا مطالعہ کرکے اِملا کی غلطیوں کی کسی حد تک نشاندہی ضرور کی ہے۔ میری نظر میں اس کتاب پر تبصرہ کرنے کا حق ان اہل قلم حضرات کو حاصل ہے جو گلگت بلتستان کی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ مئولف کی یہ کاوش نہ صرف ادبی اور علمی حلقوں میں سراہی جائے گی بلکہ تاریخ 'وادی اشکومن' کے متلاشیوں کی ضرورت بھی پوری کرے گی۔

ہرلحظہ نیا طور' نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

جمشید خان دکھی

جنرل سیکریٹری حلقہ ارباب ذوق گلگت

یکم مارچ ۲۰۱۰ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مقدمہ

کرۂ ارض پر انسان کی آمد، زندگی کی ارتقاء اورانسانی آبادی کے مختلف مراحل کے بعد آج ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جہاں نہ صرف جغرافیائی اور طبعی تبدیلیاں آئی ہیں بلکہ مختلف قومیں اورنسلیں اپنے لئے الگ الگ ممالک اور ریاستیں بناچکی ہیں۔انسان غاروں‘ جنگلوں اور بیابانوں میں اپنی ابتدائی زندگی گزارنے کے بعد اب تہذیب کے نئے دھارے میں شامل ہو چکا ہے۔

ماضی کے اس لمبے عرصے میں انسان نے مہذب طریقے اور سماجی زندگی گزارنے کے نئے اصول وضع کئے لیکن اس عرصے میں اس نے قومیں اور قبیلے بھی بنائے۔ یوں انسانی آبادی کرۂ ارض پر پھیلتی گئی اور آج دنیا سات بڑے بڑے براعظموں میں منقسم ہو چکی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی راہنمائی کے لئے باری تعالیٰ نے ہدایت کا انتظام کر رکھا ہے اور اس مشن کی تکمیل کے لئے ہر زمانے میں ہدایت کا سلسلہ جاری رہا اور مذہب نے جنم لیا۔ یہی مذہب ہی تھا جس کی بنیاد پر لوگوں نے اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کی اور مختلف گروپوں میں بٹ گئے۔ ایک مذہبی اور دوسرے غیر مذہبی۔ یہی وہ لوگ تھے جو بعد میں دنیا کے طول عرض میں پھیل گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ میدانی اور کچھ پہاڑی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ ایک دوسرے کی تعاقب اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے جنگل اور پہاڑی علاقے ہی بہترین پناہ گاہیں تھیں۔ اس لئے اُس وقت لوگ مضبوط قلعوں اور زیر زمین سرنگوں میں گروپوں میں رہتے تھے تاکہ دشمن سے محفوظ رہیں۔

”وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں“ از محمد جان..

جنوبی ایشیاء برصغیر(پاک ہند) میں دراوڑنسل کے لوگ اپنی تہذیب اور ترقی کے عروج پر تھے کہ وسط ایشیا سے آریائی قوم اورعرب سے مسلمان یہاں وارد ہوئے اور تہذیب نے ایک بڑا پلٹا لیا۔اس تاریخی واقعہ کے بعدہندو، بدھ اور مسلمان برصغیر کے طول وعرض میں آباد ہوگئے۔ اسی دوران داراوڑ قبائل، موہنجوداڑو اور گندھارا آرٹ نے اپنی اپنی تہذیب و ہنر سے اس علاقے کی تہذیبوں کوعروج تک پہنچایا۔

پاکستان کے شمالی علاقہ جات (گلگت، بلتستان، غذر، دیامر، استور، گانچھے، ہنزہ نگر) بھی جغرافیائی اور موسمی لحاظ سے بہت اہم تھے اس لئے اُس زمانے میں مختلف قوموں اور قدرتی آفات کی زدمیں رہے۔ لوگوں کے قافلے دوسرے علاقوں کی تلاش ،مذہبی اجتماعات میں شرکت اور جنگجو وسط ایشیائی ریاستوں سے ان علاقوں سے اکثر گزرتے تھے۔ ان میں سے بعض نے ان علاقوں کو بہترین چراگاہیں پاکر یہاں آباد ہوگئے۔ اس لئے شمالی علاقہ جات(گلگت بلتستان)اور چترال کی سرزمین بھی مختلف قوموں اور ریاستوں کی آماجگاہ بنی رہی۔ انیسویں صدی کے اوائل میں اس سرزمین پر کبھی خاندان طرہ خان کی حکومت کا تاج نظرآتا ہے توکبھی بُروشوقبائل، ڈوگروں،سکھوں اور انگریزوں کی حکومتیں یہاں عروج پرتھیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آیا ۔

اس وقت گلگت بلتستان کے اکثرعلاقوں میں اسلام اپنے زور وشور سے پھیل چکا تھا۔ اس لئے یہاں کے لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت سکھوں اور ڈوگروں کو اس دیس سے باہر نکال دیا اور آزادی حاصل کی تاکہ مسلمان کی حیثیت سے نومولود مسلم مملکت پاکستان کے ساتھ الحاق کرسکیں۔ وادی اشکومن میں بھی مذکورہ بالا تمام ادوار میں مختلف قوموں اور قبائل کی حکمرانی رہی۔

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر...............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرہ خان خاندان کے شاہ رئیس خان اعظم نے (1520ء 1560ء) میں ان علاقوں کا دورہ کیا۔ وادی اشکومن زیادہ تر مہتر چترال اور والئی یاسین کی زیرِ نگرانی ایک سیٹلمنٹ تھی۔ مہتر چترال کی طرف سے یہاں استقال اور جیسٹرو (Local head) مقرر ہوتا تھا جو یہاں سے مالیہ اور دوسرے لوازمات دربارِ شاہی تک پہنچاتے رہتے تھے۔ سیاسی لحاظ سے ان علاقوں میں جنگ و جدل کی خاص کوئی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں محفوظ نہیں۔ 1889ء میں گلگت ایجنسی بننے کے بعد اشکومن کو ایک الگ سیٹلمنٹ بنایا گیا۔ میر علی مردان کو یہاں کا گورنر مقرر کیا گیا۔ وادی اشکومن کی آبادی اس وقت بہت کم تھی۔ جون بڈلف کے مطابق اس زمانے میں یہاں کی آبادی صرف تین سو افراد پر مشتمل تھی۔ وادی اشکومن صرف اشکومن پراپر میں چند گھرانوں پر مشتمل تھی۔ ان کا اپنا ایک قلعہ ہوا کرتا تھا جسے کرنل شمبرگ نے اپنی کتاب Between the oxes and indus میں "the fort was in ruins" رقم کیا ہے۔ وادی اشکومن ایک الگ اسٹیٹ بننے کے بعد یہاں چترال، یاسین، گوپس، واخان، داریل، کرغز اور دوسرے علاقوں سے لوگ وارد ہوئے اور چٹورکھنڈ سے سوختر آباد تک آباد ہوگئے۔ 1896ء سے 1972ء تک علاقہ اشکومن (FCR) فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے تحت رہا اوراس دوران یہاں پانچ راجوں نے گورنری کی۔ وادی اشکومن کا آخری راجہ سلطان غازی خان گزرا ہے۔

یکم نومبر 1972ء کو یاسین، پونیال، اشکومن اور گوپس سے (ایف۔سی۔آر) کی منسوخی کا اعلان کرکے ان چار تحصیلوں پر مشتمل ایک ضلع بنایا گیا' جس کا نام غذر رکھا گیا اور یوں وادی اشکومن ضلع غذر کا ایک تحصیل بن گیا۔

ہم اس کتاب میں وادی اشکومن کے تاریخی پس منظر کے بارے میں

مورخین اور بزرگوں کی رائے پر اکتفا کریں گے اور جہاں ممکن ہو ان کی رائے کو تنقیدی نظر سے پرکھنے کی سعی کریں گے۔ تاہم یہ بات قابل غور رہے گی کہ تاریخ کے حوالے سے انیسویں اور بیسویں صدی کے مورخین اور اپنے علاقے کے ان بزرگوں کی آراء کو بھی شامل کرینگے جنھوں نے کم ازکم راجگی اور ایف سی آر جیسے قوانین کو قریب سے دیکھا ہے۔

وادی اشکومن کی تاریخ کے بارے میں لیٹریچر میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ اس لئے کوشش یہ کی گئی ہے کہ کم از کم موجودہ حالات میں میسر معلومات سے قارئین کو آگاہ کیا جائے ۔ اس سلسلے میں مقامی لوگوں سے انٹر ویوز لیکر ان معلومات کو دستیاب لیٹریچر کے ساتھ مربوط کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس کتاب میں تحصیل اشکومن کے تمام دیہاتوں کے بارے میں مختصراً ان کی تاریخی، سماجی، اقتصادی، لسانی، قبائلی، رہن سہن، تعمیرات، مذہب، رسوم و رواج اور مشاغل پر روشنی ڈالنے کی سعی کی گئی ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین اس کاوش کو اشکومن کے تاریخی پس منظر میں سمجھنے کیلئے ایک مثبت قدم کے طور پر دیکھیں گے اور جہاں کوئی کمی نظر آئی تو اپنی قیمتی تجاویز سے آگاہ کرینگے۔ یہ مقالہ در اصل ہمدرد یونیورسٹی، کراچی میں بی۔ایڈ کی ڈگری کے حصول کیلئے لکھا گیا تھا۔اس کے بعد راقم جولائی 2006ء کو پیشہ ورانہ تربیت کے سلسلے میں انگلینڈ گیا۔ وہاں ان علاقوں اور مسلمانوں کی اُن تاریخی چیزوں کو دیکھنے کا موقع ملا جنھیں ہم اکثر نظر انداز کرتے ہیں لیکن اہل یورپ نے ان کو بہت خوبصورت انداز میں محفوظ رکھا ہے۔لندن کے عجائب گھروں میں مسلمانوں کے قدیم ورثے کو احسن طریقے سے محفوظ رکھا گیا ہے۔اگر کوئی آج بھی اپنے علاقے کے بارے کچھ لکھنا چاہے تو حوالہ جات کیلئے ان لائبریریوں کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رخ کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ اورورثے کو محفوظ رکھنے کی سعی کرنی چاہئے۔

ان علاقوں میں کئی ایک قلعے اور تاریخی گھروں کے کھنڈرات موجود تھے۔ ان کو مسمار کرکے قیمتی تاریخی اثاثے کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کیا گیا،یہی وجہ اس کتاب کی اشاعت کا موجب بنی۔

اس کاوش میں گلگت بلتستان کے مشہور تاریخ دان اور ادیب محترم شیر باز علی خان برچہ صاحب کا ذکر نہ کروں تو یہ ایک علمی خیانت ہوگی، موصوف جتنے اچھے تاریخ دان اورلکھاری ہیں اس سے کہیں زیادہ ایک اچھا انسان بھی ہیں، اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس کتاب کا مطالعہ فرمایا اور اپنے زرین تأثرات سے بھی نوازا۔ اس کے علاوہ کتاب کو پڑھ کر حوصلہ افزائی کرنے اور اس سے متعلق رہنمائی کرنے پر جناب پروفیسرعثمان علی صاحب کا ممنون ہوں۔ آپ کو گلگت بلتستان کے تاریخ لکھنے والے اولین مورخین میں شمار کیا جاتا ہے۔کتاب میں اشعار کے ہجوں اور ترتیب کے بارے میں اہم تجاویز دینے پر حلقۂ ارباب ذوق گلگت کے جنرل سکریٹری جناب جمشیدخان دکھیؔ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے اپنی مصروفیات کے باوجود کتاب کو پڑھا اور اپنے تأثرات سے نوازا۔

جناب عبدالکریم کریمی جوایک نوجوان شاعر، کالم نگار اورکئی کتابوں کے مصنّف ہیں، کا شکریہ کہ اس کتاب کے بارے اہم تجاویز دی۔ اس کے علاوہ میں اپنے دوست یوسف علیؔ اکبرخانؔ اپنی بہن رشیدہ عامربیگ اور مقامی لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہونگا، جنہوں نے اپنے زرین خیالات سے نوازا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے والدین کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے مجھے شفقت دی اورتعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اپنے چچا محمد پناہ کا ' جوبچپن سے تعلیمی میدان میں حوصلہ

افزائی کرتا رہا اور رہنمائی میں پیش پیش رہے۔مقامی ٹرانسپورٹ انتظامات کے لئے میں اپنے بہنوئی سخی مدد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسماعیلی طریقہ بورڈ گلگت بلتستان کے تمام ریجن کے اسکالرز اور لائبریرین صاحبان کا خصوصی شکریہ ۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ دستیاب تاریخی مواد کو موجودہ وقت کی نزاکت اور زبان میں پیش کیا جائے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

آپ کی آراء کا منتظر

محمد جان

مومن آباد اشکومن خاصؔ ضلع غذر
گلگت بلتستان ، پاکستان
Email: mohdjan21@hotmail.com
Facebook: mohdjan21@gmail.com
Cell No.+92(0)3155580623

تحریر: ۱۰رفروری ۲۰۱۰ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وادی اشکومن کا تاریخی پس منظر

وجہ تسمیہ

قدیم زمانے میں وادی اشکومن شقمل یا اشقمان کے نام سے مشہور تھی۔ اشقمل بروشسکی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی سرسبز کھیت یا سبزہ زار کے ہیں۔ یاسین کی بروشسکی میں شقمل سرسبز شاداب گھاس سے بھری ہوئی جگہ کو کہتے ہیں۔ اب موجودہ زمانے میں یہ لفظ بگڑکراشکومن بن گیاہے۔ جس کا انگریزی تلفظ ISHKOMAN ہے۔ اس وادی کووادی قرمبر بھی کہتے ہیں۔قرمبر بھی بروشسکی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی ''کنجوس نالہ'' کے ہیں۔ قدیم زمانے میں اس وادی میں اشکومن خاص ایک چھوٹاسا گاؤں تھاجہاں آٹھ سے سولہ گھرانے چلاس، داریل، چترال اور واخان وغیرہ سے آکر یہاں آباد ہو گئے تھے اس کے علاوہ چٹورکھنڈ اور دائین میں بھی اتنے ہی گھرانے آباد تھے۔ اس نام کے حوالے سے یہاں کے بزرگ کہتے ہیں کہ 1905ء سے پہلے اشقمل کی وادی ایک وسیع و عریض چراگاہ پر مشتمل تھی۔ جوجنگلات، گھاس پھوس اور سبزے کی فراوانی کی وجہ سے گلہ بانی کیلئے بہت مشہور تھی لیکن قُرمبر کے سیلاب کی وجہ سے اس وادی کی جغرافیائی وطبعی شکل میں بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ بقول پروفیسر عثمان ''قدیم دور میں یہاں برُوشل قبائل آباد تھے۔ ان کی زبان بروشسکی تھی''۔ اس وجہ سے اس وادی کا نام اشکومن پڑگیا۔ (قراقرم کے قبائل ،ص ۶۲۔۴۶۰)۔

ایک اور روایت کے مطابق اشکومن کھوار زبان کا لفظ ''عیش کومن'' سے

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

نکلا ہے' جس کے معنی ہے عیش کرنا وہ اس مفہوم میں کہ قدیم زمانے میں لوگ چراگاہ وغیرہ کی وجہ سے خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ چند لوگ واخان سے براستہ چھنتر نالہ اشکومن میں داخل ہوئے اور اس علاقے کو بہت خوشحال پایا اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کا نام ''عشق من'' رکھا جس کے معنی 'دل کو چھونے والی جگہ' کے ہیں۔

بہرحال خیال کیا جاتاہے کہ بُر وشال کے لوگوں نے ہی اس علاقے کا نام 'اشقمل' یا 'اشق من' رکھا ہو گا جو بعد میں بگڑ کر اشکومن بن گیا۔ اس حوالے سے یہاں کے بزرگ ایک کہانی بھی شدت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس کہانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح لوگ یہاں رہتے تھے اور ان کا معاشرتی پس منظر کیسا تھا۔ بزرگ نہ صرف یہ کہانی سناتے ہیں بلکہ اس کے شواہد بھی ملتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید تحقیقی نگاہ سے اس کو پرکھا جائے اور علمی وعملی طور پر تاریخ کومحفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ وہ کہانی اس طرح بتائی جاتی ہے۔

> ''شقمل دوپاشل موجودہ فیض آباد اشکومن میں قدیم زمانے میں برُوشل قبائل آباد تھے اور ان کے قبیلے کا نام بیگل تھا۔ ایک دفعہ ان کے ہاں ایک ساتھ سات بیٹوں کی شادی کا انتظام کیا گیا۔ شادی کی تقریب میں وہاں موجود سب لوگوں نے شرکت کی۔ شادی میں مقامی روایات کے مطابق ڈول ڈمامے کا انتظام بھی کیا گیا۔ شام کوثقافتی ڈانس اور تماشے کا انتظام کیا گیاجس میں پیر و جوان سب نے گرمجوشی سے حصہ لیا۔ عین تماشے کے وقت اُس

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر.............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گاؤں کے قریبی پہاڑی سے ایک چٹان گر گیا اور (بقول بزرگوں کے) چٹان سے یہ آواز آئی ''بُن دِیا بُن دِیا'' یعنی پتھر آیا پتھر آیا لیکن سوائے ایک خاتون کے کسی نے یہ آواز نہیں سنی۔ وہ خاتون چونکہ بُروشسکی زبان جانتی تھی اس لئے سمجھ لیا اور سب لوگوں کو وہاں سے بھاگنے کی گزارش کی لیکن کسی نے ایک نہ سنی جسکی وجہ سے صرف وہی خاتون وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئی باقی تمام لوگ اس چٹان کی زد میں آ گئے اور موت کے دھارے میں ڈوب گئے۔ وہ خاتون وہاں سے یاسین کی طرف نکلی اور سیدھا یاسین (سندی یا تھوئی) پہنچ گئی۔ (بقول ان کے) اس وقت وہ اُمید سے تھی اور وہاں پہنچ کر ان کا بیٹا پیدا ہو گیا جس کا نام اس نے اپنے پُرانے قبیلے (دادا) کے نام پرُ بیگل' رکھا۔ موجودہ زمانے میں یاسین تھوئی میں بیگل کے حوالے یہ کہانی بتائی جاتی ہے اور اب وہاں اس کی نسل سے کم وبیش سات یا آٹھ قومیتں آباد ہیں۔ جن میں نوچے، نونے، شکر بیکے، مرکلی کوژ، صوبہ کوژ، چونے اور آتمیں شامل ہے''۔

اس کہانی کو تاریخ شاہان چترال صفحہ۱۶۹ واحد بیگ،۲۰۰۶ء نے بھی ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ'' دادی کے ساتھ ایک بہوتھی جو حاملہ تھی۔ یاسین جا کر ان کا بیٹا پیدا ہوا اور ان کا نام بیگل رکھا گیا۔ چترال اور یاسین کے حکمرانوں نے ان کو ان کی خاندانی پس منظر کی وجہ سے شاہانہ انتظام وانصرام فراہم کیا۔ ان کی نسل

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

سے اب تھوئی یاسین میں آٹھ خاندان بنے ہیں''۔اس زمانے میں(2004ء) اُسی چٹان کے آس پاس کھدائی سے زیورات، اور مورتیاں نکلتی ہیں۔ اس کہانی یا واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں قدیم زمانے میں بُروشو قبائل آباد تھے اور انہوں نے ہی یہ نام رکھا ہو گا۔ اس کہانی پر مزید تحقیق کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ مزید برآں یہاں کی تمام جگہوں کے نام بھی بُروشسکی زبان میں ہیں جیسے متھنتر، چھنتر، اسقمتھر، باردم شخ، غوژر مل، بَش مل، دَبیر، شینکی اور دُپاشل بادم چر وغیرہ۔ لفظ دُپاشل کے بارے میں میری ذاتی رائے اس وجہ سے بھی بروشو قبائل کے حق میں ہے کہ ہنزہ کریم آباد میں ایسے ہی الفاظ پر مشتمل گاؤں کے نام ہیں۔''ہنزہ پراپر میں چار قبائل ہیں: دِرامتنگ، براتیلنگ، بُرونگ اور خرُوکژ۔ اِن قبائل کے ناموں سے ان کے گاؤں کے نام بھی واضح ہیں جیسے دِرامتنگ سے دِرامشل، براتیلنگ سے سِنوکُشل یا برُنشل، برُونگ سے برونشل اور خرُوکژ سے خرُوکُشل'' یہاں لفظ ''شل'' بہت اہم ہے جو کہ اشکومن میں کیسے رائج ہوا۔

حال ہی میں ایک کتاب'' تاریخ شاہان چترال'' منظر عام پر آئی ہے جس کو اخونزادہ مرزا فضلِ واحد بیگ نے تحریر کی ہے۔موصوف لکھتے ہیں کہ چترال میں کٹور اور خوشوقتہ حکمرانوں سے پہلے تین اور خاندانوں نے حکمرانی کی ہے جو کہ درج ذیل ہے ؛

۱۔ شاہی خاندان اول سکندرے کالاش دور (۳۳۴ قبل مسیح تا۶۴۰ء)

۲۔ شاہی خاندان دوم چینی نژاد عہد رئیس (۶۴۰ء تا ۱۰۳۰ء)

۳۔ شاہی خاندان سوم ترک نژاد بیگالے عہدہ رئیس (۱۰۳۰ء تا ۱۶۶۰ء)

۴۔ شاہی خاندان چہارم سنگین علی عہدہ مہتر چترال، کٹوریہ وخوشوقتہ (۱۶۶۰ء تا قیام پاکستان)

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر.............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موصوف کے مطابق شاہی خاندان دوم چینی نژاد عہد رئیس کے بعد شاہی خاندان سوم ترک نژاد بیگالے عہدہ رئیس کی حکومت رہی ہے۔ بیگالے خاندان تقریباً ۱۰۳۰ء سے ۱۲۶۰ء تک حکومت کی ہے اور یہ سلسلہ سات آٹھ سو برس جاری رہا ہے۔ اس دوران قبائلی فسادات اورجنگوں میں حکومت آتی جاتی رہی ہے۔(ص ۷۷۔۶۲)اس کے بعد یعنی سولہویں صدی کو کٹور و خوشوقتہ حکمران آئے ان کو نہ صرف شکست دی بلکہ ان کے لوگ یہاں سے بھاگ کے گردونواح کے علاقوں میں گئے۔'' خاندان رئیس بیگالے کے چترال میں زوال کے بعد خاندان رئیس بیگالے کا ایک فرد جان بچاکر نقل مکانی کرکے علاقہ اشکومن گاؤں ٹوپاشل(فیض آباد) آکر رہائش پذیر ہوا۔۔۔کئی سال یہاں اشکومن میں رہے اور ایک دن شادی کی تقریب میں ایک چٹان گرنے کی وجہ سے صرف دادی اور ایک بہو بچ گئی اور جان بچاکر یاسین پہنچ گئی۔۔۔ اور ان کے ہاں ایک بیٹاہوا جس کا نام بھی بیگل رکھا گیا۔۔۔''(ص۔۱۶۹۔۱۷۰)۔

ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اس دوران چترال سے یہ لوگ یہاں آکر آباد رہے اوران جگہوں کا نام بھی رکھا اور بعدمیں اس تباہی کی وجہ سے دوبارہ یاسین تھوئی گئے۔ان کے جانے کے بعد غالباً تیرھویں یا چودھویں صدی میں اشکومن میں موجودہ نسل کے آباؤاجداد آئے ہونگے۔

ان وجوہات کی وجہ سے موجودہ وقت میں پوری وادی کا نام اشکومن پڑگیا اوراس کے جغرافیائی حدود چٹورکھنڈ برگل سے غوٹلتی میں درکوت کی سرحد تک اور ایمت میں وادی قرمبر سے سوختر آباد، چترال واخان کی سرحد تک پوری وادی کو وادی اشکومن یا تحصیل اشکومن کہتے ہیں۔

''اس وادی میں چٹورکھنڈ، دائین، پکورہ، وغیرہ انگریزوں کی گلگت ایجنسی بننے کے بعد لوگ اس وادی میں چترال واخان وغیرہ سے آکر آباد ہو گئے'' (احمد حسن دانی ، ۲۰۰۰ء)

میرے خیال میں یہ تمام مندرجہ جات ہمیں تحقیق کی دعوت دیتے ہیں اس سلسلے میں کتاب کے اگلے موضوعات میں مزید تحقیق اور چھان بین کرنے کی کوشش کریں گے۔

محل وقوع

وادی اشکومن پاکستان کے شمالی علاقوں میں گلگت کے شمال مغرب میں 110 کلو میٹر دور ضلع غذر کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں واخان، افغانستان، مغرب میں درکوت یاسین، مشرق میں ہنزہ ، نلتر اور جنوب میں گاہکوچ واقع ہیں۔''وادی اشکومن نقشے پر 36-37 درجے شمالی ارض بلد اور 73-75 درجے مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے''۔ (WWF,Survey, 2003)

قدرتی حسن و شادابی میں ملبوس برف پوش پہاڑی سلسلوں اور گلیشیرز کے دامن میں اس وادی سے مشہور دریا قرمبراور نالہ متھنتر میں آٹرجھیل سے دریائے اشکومن نکلتاہے۔ مختلف چھوٹے چھوٹے نالوں سے یہ دریا تھپشکن کے قریب دریائے قرمبر میں ملتاہے۔ اسی طرح دریائے پکورہ، چٹورکھنڈ، اسمبراور دائین کے درمیان بل کھاتا ہوا ، گنگناتاہوایہ دریا سلپی (پونیال) کے مقام پردریائے گوپس اور دریائے پونیال سے جاملتا ہے ۔

وادی اشکومن برگل سے سوختر آباد (قرمبر) اورغوٹلتی میں درکوت یاسین کی سرحد تک کے وسیع و عریض وادیوں مشرقی ہندوکش اور مغربی قراقرم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

درمیان پھیلی ہوئی ہے۔ وادی اشکومن کے مشہور گاؤں میں غوٹلتی،کوٹ،فیض آباد،تشکن، مومن آباد، جلال آباد، ایمت، بلہنز ،تشنہ لوٹ، دیور داس، بورتھ،شمس آباد، گشکش، بارجنگل، شونس، پکورہ، چٹورکھنڈ، دائین، برگل، شولجہ، دلتی اور تھپشکن شامل ہیں۔تحصیل اشکومن کے صدر مقام کا نام چٹورکھنڈ ہے جو کہ ہیڈ کواٹر گاہکوچ سے 60 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

چٹورکھنڈ کے شمال مغرب میں ڈوک کے مقام پر وادی اشکومن دو بڑے حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ڈوک کے مشرقی جانب وادی قرمبر واقع ہے جو اشکومن کو کوہ قراقرم سے الگ کرتا ہے۔ وادی قرمبر ایمت سے سوختر آباد اور افغان سرحد کے قریب دو دروں، درہٗ خودرگ ورتھ اور دوسرا درہٗ بُرغل ہے جو علاقہ بورتھ سے شروع ہو کر شینجز سے ہو تے ہوئے چترال و واخان کے سرحدی علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ علاقہ بلند و بالا پہاڑی چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے۔

وادی قرمبر ۵۹۰۹ میٹر کوہ قراقرم کے نزدیک واقع ہے جو کہ دنیا کی چھت (بام دنیا) کہلاتی ہے۔ (معمار وطن، اشکومن۔1994) ڈوک کے شمال مغربی جانب اشکومن کی وادیاں اور کوہ ہندوکش کے پہاڑی سلسلے ایستادہ ہیں۔ ان وادیوں میں چھنتر،متھنتر ، بڑوگہ، فاتودلتی، اور نالہ اسمبر قابل ذکر ہیں۔

وادی اشکومن کے جغرافیائی حدود کے بارے میں مورخوں اور بزرگوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ جن میں بڈلف، کرنل شمبرگ، احمدحسن دانی اور پروفیسرعثمان علی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وادی اشکومن قبل مسیح میں واخان، پامیراور یاسین سے گلگت کیلئے گندھارا تہذیب کے وقت چینی بُدھسٹ اس علاقے کو اکثر گزرگاہ کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے ۔ سن عیسوی میں یہ علاقے مختلف مقامی راجاؤں، حملہ آوروں اور سپہ سالاروں کی زد میں رہے

ہیں۔ (جون بڈلف ص۵۲) مورخین اور بزرگ کہتے ہیں کہ وادی اشکومن ۱۸۹۶ء کے بعد باقاعدہ انگریزوں کی حکومت میں شامل ہوئی اور گلگت ایجنسی کی طرف سے گورنر مقرر ہوتے رہے۔ (حسن دانی ، ۲۰۰۰ء)

شاہ رئیس خان کی تاریخ گلگت میں ڈاکٹر احمد حسن دانی لکھتے ہیں کہ

> '' آج سے تقریباً چودہ پندرہ سو سال پہلے تمام شمالی علاقہ جات تا چترال حدود پامیر یعنی تاش کرغن از بدخشان تا تراگ بل پہاڑ (کوہ ہام) ایک ہی فرمانروا کی حکومت میں تھیں جس کو خاندان طرہ خان کہتے ہیں'' (ص۔۱)۔

تاریخ چترال کے مولّف عزیز علی منشی نے ان علاقوں کو چترال کے اہم علاقوں میں شامل کیا ہے۔ نہ صرف یہاں کے تمام دریاؤں کو چترال کی حدود میں ظاہر کیا ہے بلکہ جگہوں کے نام معمولی تبدیلی کے ساتھ رقم کیا ہے۔ جیسے اشکومن کو اشقامان، نالہ گہتر (گلتر) کو گلتار، تشنہ لوٹ کو ہلوٹ، بلہنز کو بلج اور دلتی کو ولتی وغیرہ (ص13-9-3)۔

میرے خیال میں وادی اشکومن چترال میں شاہ کٹور اور یاسین میں والئی یاسین کی حکمرانی کے وقت ان کی حکمرانی میں رہے ہیں اور اس سے پہلے یہ علاقے واخان چترال سمیت گلگت کی حکمرانی میں تھے۔ لیکن 1889ء میں گلگت ایجنسی بننے کے بعد باقاعدہ ان علاقوں کو گورنر شپ کے زیرنگیں رکھا گیا جو آج تک انہی حدود پر مشتمل ہے۔ (گھنسارا سنگھ،۱۹۴۷ء ص ۱۷)۔ کسی علاقے کی تاریخی اہمیت اس حوالے سے بھی اہم ہو تی ہے کہ وہ علاقہ دارالحکومت یا مرکزی علاقے سے کتنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دور یا قریب ہے کیوں کہ دارالحکومت کے قریبی علاقے حکومت وقت کی زیادہ نظر میں ہوتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح سے ان علاقوں کی ترقیاتی کام تکمیل پاتے ہیں ۔ وادی اشکومن اُس وقت مرکز سے بہت دور تھی جس کی وجہ سے زمانے کے حکمران بہت کم ان علاقوں میں آیا کرتے تھے کیونکہ سڑک اور ذرائع آمدرفت کی سہولیات نہ ہونے کے برابر تھیں۔

آب و ہوا

”وادی اشکومن سطح سمندر سے ۵۰۰ میٹر سے ۵۵۰۰ میٹر بلندی پر واقع ہے جس کی وجہ سے سال بھر موسم سرد رہتا ہے“ (ڈاکٹر شجاع زمان ناموس ،۱۹۶۱ء)۔ ان علاقوں میں سردیوں میں درجہ حرارت صفر سے بھی کم رہتا ہے اور زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت ۴۵ ڈگری تک بڑھ جاتاہے۔ اس وادی میں بارش بہت کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہاں کے پہاڑ بالکل خشک نظر آتے ہیں۔ سال کے چار موسم اپنے اپنے حسن و شادابی کیساتھ گزرتے ہیں۔ موسم سرمامیں نومبر کے اوائل سے فروری کے وسط تک بہت سردی پڑتی ہے اور خوب برف باری ہوتی ہے۔ موسم بہار مارچ سے مئی تک ہوتاہے جس میں کافی بارشیں ہوتی ہیں۔ اس دوران لوگ یہاں کاشتکاری کرتے ہیں۔ موسم گرما وسط جون سے اگست تک ہوتاہے اُن دنوں کافی گرمی پڑتی ہے جس کی وجہ سے گلیشیر پگھل جاتے ہیں اور دریاؤں میں خوب پانی آتاہے۔ بعض اوقات ان دنوں طغیانی آتی ہے اور دریا میں سیلاب کی شکل اختیار کر جاتا ہے جس سے دریا کے کنارے پر واقع کھیتوں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں کو کافی نقصان اُٹھانا پڑتاہے۔ اسی طرح کا ایک ”سیلاب ۱۹۰۵ء“ کو اس وادی میں قرمبر نالے سے آیا تھا (ناموس ،ص۶)۔ قرمبر جھیل

سے بہت شدت کیساتھ یہ سیلاب گلگت تک کافی نقصانات کا باعث بنا ۔ اس سیلاب کی وجہ سے وادی کی جغرافیائی اور موسمی حالات میں کافی تبدیلی آئی۔ یہاں کے جنگلات اور قدرتی مناظر بھی بہت حد تک متاثر ہوئے۔ خاص کر یہاں کی چراگاہوں کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا کافی زمینیں اس سیلاب کی وجہ سے اپنا قدرتی حسن گنوا بیٹھیں۔ اسی طرح کا ایک اور سیلاب اگست 1984ء میں گلوگہہ نالہ سے آیا جو یہاں کے جغرافیائی حدود اور زمینی خدوخال میں ایک اور بڑی تبدیلی کا سبب بنا۔ ہرسال گرمیوں میں سیلاب ضرور آجاتے ہیں سال (2003ء) نالہ چھنتر سے بھی اس نوعیت کا ایک سیلاب آیا اور اشکومن خاص میں بہت زیادہ تباہی مچا کے رکھ دیا اور جلال آباد پُل بھی اس سیلاب کی نذز ہوگیا۔ ماضی میں ایسے بہت سے سیلابوں کا تذکرہ ملتا ہے جون بڑلف نے بھی ایسے سیلا بوں کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

> ”بعض اوقات بڑے بڑے گلیشیر یہاں گر پڑتے ہیں اور اپنے ساتھ تباہی لاتے ہیں اورنیچے وادیوں میں تباہی پھیلا دیتے ہیں“۔ (بڑلف، جون، ص 52)

وادیاں

علاقہ اشکومن کو قدرت نے حسین وجمیل سرسبز و شاداب دور دور تک پھیلے ہوئے جنگلات چراگاہوں اور جھیلوں پرمشتمل وادیوں سے نوازاہے۔ وادی اشکومن برگل سے آگے چتورکھنڈ نالہ اپنی وسعت اور شادابی کے لحاظ سے مشہور ہے ۔ ’حایول‘ کا دل نشین نظارہ قدرتی مناظر کی بہترین مثال ہے۔ دائین میں ”ترنگول“ کے مقام پرغوچھار (آبشار) واقع ہے اس کا دلفریب نظارہ یہ منظر پیش کرتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ندی آتی ہے فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی	کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
آئینہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی	سنگ راہ سے گاہ بجتی گاہ ٹکراتی ہوئی

نالہ پکورہ اپنی زرخیزی' شادابی اور معدنیات کیلئے مشہور ہے۔ یہاں جنگلات عام پائے جاتے ہیں۔ نالہ پکورہ سے دریائے پکورہ نکلتا ہے۔گرمیوں میں اکثر طغیانی آتی ہے جس سے نالے کے کنارے موجود فصلوں کو کافی نقصان پہنچ جاتا ہے ۔ اس نالے کا راستہ سنگ گراں ہے۔ سیلاب اپنے ساتھ بجری اور ریت لاتی ہے جسے فصل اور زمینیں متاثر ہو جاتی ہیں ۔

نالہ اسمبر اشکومن سے سندھی یاسین تک پھیلا ہوا ہے۔گرمیوں میں اکثر سیاح اس نالے سے اشکومن میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تنگ اور گہرے سنگلاخ پہاڑی سلسلے اس نالے میں واقع ہیں۔ یہاں چراگاہیں اپنی مثال آپ ہیں جنگلات بھی بہت پائے جاتے ہیں ۔

نالہ تھپشکن بھی اپنے قدرتی مناظر کی وجہ سے کسی دوسرے نالوں سے کم نہیں۔ یہاں معدنی پتھر (Quarts) عام ملتے ہیں۔ جنگلات اور سبزہ انسان کے لئے قدرتی تحفہ ہے۔ چیڑ، صنوبر اوردیگردرخت عام پائے جاتے ہیں۔لوگ مال مویشیوں کولیکر گرمیوں میں اس نالے میں مہینوں رہتے ہیں۔

نالہ دلتی بھی قدرتی مناظر سے بھراہوا ہے۔ گرمیوں میں لوگ یہاں مال مویشی لیکر جاتے ہیں اور نالہ'' فاتو دلتی'' میں گرمیاں گزار دیتے ہیں۔ اس نالے کا گلیشیر گاؤں سے چند کلومیٹر کے فاصلے پرواقع ہے ۔'دلتی' کی پہاڑی پر قدیم کھنڈرات پائے جاتے ہیں جنہیں ''ڈربن'' کہتے ہیں جن سے قدیم زمانے میں لوگوں کے

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

رہنے سہنے کے طریقے اور دفاعی نظام کے بارے میں شواہد کی عکاسی ہوتی ہے ۔

نالہ اشقمتر وادی اشکومن کے مشہور نالوں میں سے ایک ہے۔گاؤں سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے ۔ماضی میں لوگ یہاں'' شیسو گھوٹ'' منانے جاتے تھے۔ اس نالے میں پولوں کا ایک وسیع و عریض میدان تھا جہاں لوگ پولو کھیلتے تھے۔شیسو گھوٹ(ایک مقامی رسم جو جولائی میں منائی جاتی ہیں) کی یہ رسم دو تین دنوں تک منائی جاتی تھی۔ پولو کے علاوہ اس موقع پر لوگ یہاں رقص، تماشہ، اور دوسرے مزاحیہ پروگرام کرتے تھے۔ لوگ دور دور سے وہاں جاتے اور اس موقع سے لطف اندوز ہوتے۔ وہاں پرموجود مقامی لوگ مہمانوں کو دودھ ،لسی ،گھی اور اس کے علاوہ مقامی کھانے پیش کرتے۔ اب اس نالے میں اس قسم کی روایات نہیں تاہم لوگ اُن واقعات کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ماضی میں اس نالے میں کاشت کاری بھی ہوتی تھی۔ لوگ یہاں سے بہت مالی فوائد حاصل کرتے تھے۔ اِن دنوں یہاں کا پولوگراونڈ بھی خستہ حالت میں موجود ہے ۔

نالہ بڑوگہہ بھی وادی اشکومن کے مشہور نالوں میں سے ایک ہے اس نالے کی خوبصورتی اور قدرتی مناظر اپنی مثال آپ ہیں۔ لوگ گرمیوں میں اس نالے میں اپنے مال مویشیوں کولیکر جاتے ہیں۔مختلف جگہوں پرجھونپڑیاں بناکر لوگ یہاں چار پانچ مہینے رہتے ہیں۔ گرمیوں میں یہاں کے لوگ خاص کر سیاح اس سے گزر کر یاسین درکوت تک شکارکھیلنے کیلئے بھی آتے رہتے ہیں۔ یہاں ایک جھیل جسے مقامی زبان میں ''بھری-Bari'' کہتے ہیں،واقع ہے۔ اس نالے کو نالہ'' بابو سر'' بھی کہتے ہیں۔یہاں ایک آبشار بھی ہے' جسے مقامی زبان میں 'ڈوروچھر کہتے ہیں۔ اس نالے میں 'ہنگل' کی پہاڑی 5323 میٹر بلند ہے۔ مقامی لوگ اس نالے

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے حوالے سے کہتے ہیں کہ صدیو ں پہلے اس نالے میں ایک چرواہا جس کا نام Hidolee ’’حیدولی‘‘ بتا یا جاتا ہے اپنے مال مویشیوں کولیکر یہاں آ تا تھا۔

> ’’حیدولی ایک چرواہا تھا جو کہ شیر شاہ سوری کے زمانے میں اپنے مال مویشیوں کو اس نالے میں لاتا' گرمیوں کے موسم میں یہاں رہتا سینکڑوں بکریاں گھوڑے اور گائیں اس کے ریوڑ میں شامل ہوتے تھے۔ یہ آدمی چٹورکھنڈ نالے تک آ تا جاتا تھا۔ اس کے نام کی وجہ سے ایک نالے کا نام ’’شیر آمد‘‘ رکھا گیا جواب بھی موجود ہے۔ اس نالے میں صدیوں پہلے ’’داس جاپوکے‘‘ ’’بابو سر‘‘ اور’’ بھری‘‘ کے مقام پر قبریں بنائی گئی ہیں ۔ اس کے علاوہ ’’ہندس‘‘ میں بھی بہت سی قبریں پا ئی جا تی ہیں‘‘۔

تاریخ کی کتابوں میں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی تاہم شیر شاہ کے حوالے سے یہ لکھا گیا ہے کہ

> ’’ شیر شاہ سوری 1486ء میں فریال میں پیدا ہوئے۔ اس نے شیر کو ایک ہی وار میں مار دیا تھا اس لئے اس کا نام فریدخان سے ’’شیر شاہ‘‘ رکھا گیا۔ شیر شاہ نے افغانیوں کی قیادت میں ۱۵۳۹ء میں ہمایوں کو شکست دی اور یوں شیر شاہ سوری کے خاندان نے 1545ء تا 1555ء تک برصغیر پاک و ہند میں حکو مت کی۔ برصغیر میں یہ ایک

’’وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں‘‘ از محمد جان..

> نامور مسلمان حکمران ہوگزرے ہیں جس نے ان علاقوں کی سرحد کے ساتھ افغانستان میں کئی سال تک حکمرانی کی ہے۔(تاریخ رشیدی،ازحیدرفراز)

بہر حال اس قسم کے واقعات اور قصے یہاں کے لوگ سناتے رہتے ہیں اب یہ کہنا مشکل ہے کہ واقعی یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ میرے خیال میں ہمیں اس قسم کے واقعات کو نظر انداز بھی نہیں کر نا چاہئے بلکہ تحقیق کی عینک سے ان کو پرکھنے کی ضرورت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شیر شاہ سوری نے اُس زمانے میں واخان، یارقند، پامیر وغیرہ بھی فتح کئے ہوں۔ اس کے غلام اور چرواہیں یہاں اُس کے مال مویشی لیکر آتے ہوں۔ اس واقعے کا کسی مستشرق یا محقق نے تذکرہ نہیں کیا ہے۔ مہتر چترال کے بیٹوں میں سے ایک شہزادے کا نام بھی شیر شاہ ہے ہوسکتا ہے یہ اپنے لوگوں کے ساتھ یہاں آیا ہو۔ شیر شاہ' سلیمان شاہ(۱۸۰۰ء ۱۸۳۰ء) کے بھائی اور مہتر باشاہ (۱۷۹۰ء تا ۱۷۹۵ء) کے بیٹے تھے۔ مہتر بادشاہ اور سلیمان شاہ کی یاسین اور ملحقہ علاقوں میں حکومت تھی اس وجہ اشکومن بھی ان کی حکمرانی میں تھی۔ یہی وہ شیر شاہ ہیں جو مال مویشی لیکر یہاں تک آتے تھے۔ ہوسکتا ہے وہ خودنہ آتے ہو لیکن اس کے چرواہے آتے ہونگے یہی بات صحیح ہوسکتی ہے۔ شیر شاہ سوری کا ان علاقوں میں آنا ممکن نظر نہیں آتا۔ تاہم تاریخ کی کتابوں میں وادی اشکومن کو اہم گزرگاہ کے طور پر لکھا گیا ہے جہاں سے سیاح اور مقامی لوگ درکوت یا چترال جایا کرتے تھے۔ اس نکتے کی مزید وضاحت اور تحقیق کی ضرورت ہے جو کہ اس کتاب کی وسعت سے با ہر ہے۔اس نالے کے حوالے سے مقامی لوگ مزید دلچسپ واقعات بتا تے ہیں ۔ میر نبی خان کہتا ہے کہ’’ اس نالے میں لوگ شکار

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیلئے درکوت سے آتے تھے بعض اوقات سردیوں کی وجہ سے مر جاتے اور یہیں دفنائے جاتے تھے۔ اب بھی لوگ شکار کیلئے یہاں آتے رہتے ہیں''۔ یہاں ایک جھیل ہے جس کو مقامی زبان میں 'بھری' کہتے ہیں۔ اس میں لوگ گرمیوں میں بھیڑوں کی اون کی صفائی کرتے ہیں۔بعض اوقات ایسا کرتے ہوئے کافی جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ جولائی 1997ء کو یہاں کھیلتے ہوئے دو نوجوان صحت خان اور نیت خان ڈوب کر موت کے آغوش میں چلے گئے۔

نالہ متھنتر: غوٹلتی سے چند کلومیٹر دور ہندس سے درکوت تک ایک وسیع وعریض نالہ واقع ہے جیسے ''ماتھن تھر'' کہتے ہیں یہ بروشسکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہے ''دور نالہ'' کرنل شمبرگ 1933ء میں اس نالے سے گزرے اور بہت ساری معلومات ہمیں یادگار چھوڑیں۔ اس نالے کے بارے میں کرنل شمبرگ کہتے ہیں کہ

" ...The top of the Ataro Sar or the Atar pass on the water shed between Ishkoman and Yasin: it is an easypass, particulerly so on the Yasin Side..." (Between the Oxes and indus. p 47)

جون بڈلف اپنی کتاب ہندوکش کے قبائل (ص۵۲) اور گلگت گیمز میں (ص۹۰) میں اس نالے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''قدیم زمانے میں لوگ یاسین،درکوت اور واخان سے اس نالے سے وادی اشکومن میں داخل ہوتے تھے۔تجارت کی

غرض سے بھی لوگ یہاں آتے تھے۔''

ڈاکٹر احمد حسن دانی بھی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ

'' اس وادی میں ہندس کے مقام پر صدیوں پُرانے مزار اب بھی کھدائی سے دریافت ہوئے ہیں جن سے لوگ مٹکے، زیورات اور مختلف چیزیں اکثر نکالتے رہتے ہیں''۔
(حسن دانی،ص 206,182)

اس نالے میں ایک خوبصورت جھیل ہے جسے ''آٹر'' کہتے ہیں۔ یہ جھیل اشکومن مومن آباد سے 18 کلومیٹر دور ہے۔سطح سمندر سے 12600 فٹ کی بلندی اور ''N-36 38 & E 73 39'' پر واقع ہے اس کی لمبائی دو میل سے زیادہ ہے اور اس جھیل کا رقبہ 107.06 ہیکٹر ہے ۔ اس جھیل کی دونوں جانب پہاڑ واقع ہیں جس کی وجہ سے ان کا سبزہ عکس بن کر اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتا ہے اس جھیل کے بارے میں کرنل شمبرگ کہتے ہیں ؛

"Ataro Sar, a lack Two miles long... it was saggegreen in colour and a very singular spectacle..." (Between the oxes and andus.p.77)

نالہ 'ماتھن تھر' اپنی سرسبز و شادابی کی وجہ سے بھی بہت مشہور ہے۔ اس نالے میں بہت زیادہ جنگلات پائے جاتے ہیں۔جن کا تذکرہ کرتے ہوئے کرنل شمبرگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لکھتے ہیں:

"...I saw real pines growing in the abundance and the whole of the Mathantar Valley was clothed with them. Birch and espacially popular were numerous: the latter were shedding thire seeds of cotton-down which lay in soft heaps on the ground..."(p 80).

اس نالے میں اب بھی جنگلات کثرت سے پائے جاتے ہیں لوگ اس میں سال میں چار پانچ مہینے اپنے مال مویشیوں کو لیکر رہتے ہیں۔ چیڑ ، صنوبر اور دیگر قدرتی جنگلات کی اس نالے میں بہت فروانی ہے۔ اس نالے میں بڑے بڑے گلیشیرز اور پہاڑی سلسلے ہیں۔ ان میں مارخور، کیل، لومڑیاں وغیرہ بھی پائے جاتے ہیں۔ سیاحت کیلئے اس نالے کی خوبصورتی اپنی مثال آپ ہے ۔ درکوت اور اشکومن کے درمیان یہ نالہ ایک بہترین گزرگاہ ہے۔

گلوگہہ: نالہ گلوگہہ بھی اشکومن کے دوسرے نالوں کی طرح قدرتی مناظر اور جنگلات سے بھرپور ہے۔ یہاں کی پہاڑی 5120 میٹر بلند ہے۔

ان تمام نالوں میں مارخور، کیل، چیتا ،بھیڑیئے، مرغابی، رام چوکور، لومڑیاں، اور مختلف پرندے بھی ملتے ہیں جن میں کوئل، کوے، کبوتر، چیل اور موسمی پرندے اپنے اپنے موسم میں یہاں آتے ہیں۔ درختوں میں چیڑ، دیور، بیزار، بُرج

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

(جوجی) گسُمدر، باسقر، شھینائے، مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ پھولوں میں فونز ،شہوائے، گوشول اور سبزیوں میں جنگلی پیاز ،جنگلی مرچ، لاقے، چوٹول، شَشال اور جوپک شامل ہیں۔ یہ نالہ سطح سمندر سے تقریباً 4000فٹ بلندی پر واقع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نالہ اپنے گلیشیرز اور سبزہ زاروں کے لحاظ سے دوسرے نالوں سے کم نہیں۔ اس نالے میں انتہائی بلندی پر ایک چکی اور تعمیرات کے کھنڈرات واقع ہیں۔یہ کھنڈرات نئی نسل سے تحقیق کے منتظر ہیں 1983ء میں اس نالے میں سیلاب کی وجہ سے مومن آباد کے گاؤں کو کافی نقصان پہنچا۔

چھنتر غوٹلتی کے شمال میں ایک وسیع وعریض نالہ افغان سرحد میں واخان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس نالے کو نالہ 'چھنتر' کہتے ہیں۔غوٹلتی سے ایک کلومیٹر آگے ہور، دلداس، غُٹوم ، ہیزی اور دیرن نامی چھوٹے چھوٹے گاؤں واقع ہیں۔مقامی لوگ کہتے ہیں کہ اس نالے میں ہور سے ہیزی تک سیب کے درختوں کا جنگل تھا اور سیب بڑے پیمانے پر یہاں پیدا ہوتے تھے۔ ماضی میں اسی نالے سے واخان سے لوگ اشکومن میں داخل ہو جاتے تھے۔یہ نالہ اپنی خوبصورتی اور وسعت کے لحاظ سے بہت مشہور ہے۔ اس نالے کے بارے میں بھی اشکومن میں کہانیاں مشہور ہیں۔ قدیم زمانے میں ایک بزرگ غوٹلتی آیا تو ایک دادی خوبانیوں سے گری الگ کررہی تھی وہ بزرگ بولا کہ 'یہ کام میں کرونگا آپ مجھے چائے بنا دیں' دادی چائے بناکے آئی تو دنوں کا کام منٹوں میں ہوا تھا۔ دادی نہ صرف حیران ہوئی بلکہ ڈر بھی گئی اور گاؤں کے لوگوں کو بُلایا۔ لوگ اس کی شناخت نہ کرسکے اور اس پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ بہت ناراض ہوگیا اُسی سال غوٹلٹی میں سیلاب آیا اور گاؤں میں تباہی مچادی۔ وہ بزرگ'' مخجُد'' (گاؤں کا نام) میں غائب ہوگیا جہاں اب زیارت ہے

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جسے لوگ اس بزرگ سے منسوب کرتے ہیں۔ تاریخ میں ایسے کسی واقعہ کا ذکر نہیں ملتا تاہم مقامی لوگ ایسی کہانیاں کہتے ہیں اورشواہد کے طور پر کچھ قدیم کھنڈرات وغیرہ کو دکھا تے ہیں۔۔۔ یہ نالہ ماضی میں ایک گزرگاہ تھا لوگ تجارت کیلئے واخان پامیر اور یاسین جاتے تھے۔ اس سال بھی کچھ انگریز سیاح اسی نالے سے بروغل تک گئے تھے جن میں مقامی لوگ بھی شامل تھے (۲۰۰۴ء)۔

نالہ شمس آباد: وادی اشکومن میں سب سے بلند ترین گاؤں جس کا پرانا نام'' کاگونی کائی'' تھا اب نیا نام شمس آباد رکھا گیا ہے۔ ایمت سے نلتر اورہنزہ تک یہ نالہ پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ایک چھوٹا گاؤں بھی آباد ہے جہاں آغاخان ایجوکیشن سروس کے زیر اہتمام ڈائمنڈ جوبلی پرائمری سکول بھی چل رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم اور بنیادی سہولیات کے سلسلے میں یہاں حکومت اور سماجی اداروں نے کافی کوشش کی ہے۔ یہ نالہ گلیشیر، جنگلات قدرتی مناظر اور زرخیز زمین کے حوالے سے مشہور ہے۔

نالہ قرمبر: وادی قرمبر ایمت سے سطح مرتفع پامیر تک پھیلا ہواہے جسے'' بام دنیا'' یعنی دنیا کی چھت بھی کہتے ہیں۔ اس وادی میں بے شمار چھوٹے چھوٹے نالے ہیں۔ان میں سے اکثر واخان پامیرو چترال تک پھیلے ہوئے ہیں۔انتہائی بلندچوٹیاں، گلیشیرز، آبشاریں اور سبزہ زاروں کے علاوہ جنگلات کی بھی کثرت ہے۔ یہ وادی ماضی میں ایک اہم گزرگاہ تھی۔ لوگ اب بھی مال کے بدلے مال کی تجارت کیا کرتے ہیں۔ یہاں آبادکرغزاور وخی اس درے سے اشکومن وارد ہوئے ہیں۔ یہاں مشہور جھیل قرمبر واقع ہے جو سیاحوں کیلئے قدرتی مناظر کا ایک عظیم تحفہ ہے۔ اس درے کا مورخین اور محققین نے اپنی کتابوں میں تذکرہ کیا ہے جن میں جون کے، بڈلف، عثمان علی اور کرنل شمبرگ شامل ہیں۔ قرمبر اور اس میں واقع

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان..

نالوں میں مارخور، کیل ، چیتا، بھیڑیئے، مرغابی،رام چوکور، لومڑیاں اور مختلف پرندے بھی ملتے ہیں جن میں کوئل، کوے، کبوتر، چیل اور موسمی پرندے شامل ہیں۔ درختوں میں چیڑ، دیور، بیزار، بُرج (جو.جی) گسُمدر، باسقر، شھینائے، یہاں پائے جاتے ہیں۔ قرمبر نالے میں، نالہ بورتھ، دیورداس، مترم دان، بدصوت، دیو جیراب، جھرتھنالہ، شِنیج، سوختر آباد، کِمبر دلیبور خورارگ ورتھ، اِشتر گردن اور بِلھنز وغیرہ شامل ہیں ۔

وادی اشکومن کو قدرت نے بہت زیادہ قدرتی مناظر اور جنگلات سے نوازاہے۔ ان نالوں میں پانی کی کثرت ہے۔ معدنیات، جانور، درخت، جڑی بوٹیاں، پہاڑی چوٹیاں، گلیشیرز، جھیلیں، تالاب، آبشاریں، قیمتی پتھر، سلاجیت، سرمہ، کے علاوہ مارخور، کیل، چیتا، بھیڑیئے، مرغابی، رام چوکور، لومڑیاں اور مختلف پرندے بھی ملتے ہیں۔ جن میں کوئل، کوے، کبوتر، چیل اور موسمی پرندے اپنے اپنے موسم میں یہاں آتے ہیں۔ درختوں میں چیڑ، دیودار، بیزار، بُرج پتر (جو.جی) گسُمدر، باسقر، شھینائے، مشھور ہیں۔اس کے علاوہ پھولوں میں فونر، شھوائے، گوشول سبزیوں میں جنگلی پیاز، جنگلی مرچ ،لاقے، چوٹول، شَشال اور جوپک شامل ہیں۔ (WWF report Ishkoman,2003)

ہر ذرے میں ہے اس کے مہر و ماہ کی تابش
ہر گوشہ گلزارِ وطن رشکِ عدن ہے!

وادی اشکومن کے اہم درے

وادی اشکومن میں دوسرے علاقوں اور ریاستوں تک جانے کے لئے بہت سے درے ہیں۔ جن کے نام اور سطح سمندر سے بلندی (میٹر میں) درجہ ذیل ہے؛

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔ **درہ اسمبر** (4560 میٹر) اشکومن کو یاسین سے ملاتا ہے سیاحوں کے لئے اہم گزرگاہ ہے۔

2۔ **بلوجد** (3870 میٹر) جو بڑوگہہ اشکومن میں واقع ہے اشکومن کو اومست ہندور تک ملاتا ہے۔

3۔ **آٹر پاس** (5720 میٹر) یہ درہ اشکومن کو درکوت سے ملاتا ہے اور مشہور گزرگاہ ہے گرمیوں میں مقامی اور غیرملکی سیاح اس درے سے اشکومن آتے ہیں۔

4۔ **درہ چھنتر** (5554 میٹر) اشکومن کو یارخون چترال سے ملاتا ہے۔

5۔ **درہ قرمبر** (4260 میٹر) اشکومن کو یارخون وادی تک ملاتا ہے۔

Korumbar pass (el. 14,250 ft.) is a high mountain pass in Pakistan. It connects Yarkhon river valley in upper Chitral to the Korumbar river valley in Ishkoman tehsil of Ghizer . The pass is one mile to the west of Korumbar lake and 2 miles to the south of Dupsuk peak (5748m) that is the meeting point of Pakistan, Afghanistan and Pakistan Kashmir. 15 miles to the west of the pass lies prominent Boroghil pass. River Korumbar flows out of the Korumbar Lake in the initially south east direction. South of

Immit it is known as Ishkoman river and joins Ghizar river at Gahkuch .

(www.mygigit.com/passes)

6۔ **درہ شینج** (3930m میٹر) اشکومن کو واخان سے ملاتا ہے۔

7۔ **درہ خورہ بورتھ** (3630m میٹر) بھی اشکومن ایمت کو واخان سے ملاتا ہے۔

8۔ **درہ قلندریو** (4720 میٹر) اور درہ چلیچ پاس (5160 میٹر) اشکومن سے بابا غندی چپوسن تک ملاتا ہے یہاں سے بھی لوگ گرمیوں میں آتے جاتے ہیں۔

9۔ **پکورہ پاس** (4710 میٹر) اشکومن کو نلتر گلگت سے ملاتا ہے یہ بھی مشہور درہ ہے سیاح اور مقامی لوگ گرمیوں میں اس نالے سے آتے رہتے ہیں۔

وادی اشکومن میں (اسلامی) مسالک

وادی اشکومن کے آثار قدیمہ اور مورخین کے مطابق صدیوں پہلے بھی یہاں لوگ آباد تھے۔ اشکومن اور ایمت کے مختلف جگہوں سے بہت سے آثارقدیمہ مل چکے ہیں۔ (حسن دانی ص ۴۱۲، ۴۲۰) اشکومن خاص میں کئی جگہوں میں کھدائی کے دوران قبروں سے مورتیاں، مٹکے، کلہاڑیاں اور مختلف قسم کے اوزار ملے ہیں۔ قبروں میں سے انسانی ہڈیوں کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے زیورات بھی مل رہے ہیں۔ دریائی اور ندیوں کی کٹاؤ سے قبریں زمین کے اندر بالکل واضح نظر آتی ہیں جہاں انسانوں کو کھڑا دفنایا گیا ہے۔ بعض قبروں سے کوئلہ اور جلی ہوئی ہڈیاں مل گئی ہیں۔ ان تمام شواہد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں قدیم زمانے میں بدھ مت اور زرتُشت مذہب کے لوگ آباد ہونگے۔ ڈاکٹر حسن دانی کے مطابق ہنی سارا ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ڈیم تھا اورقبل مسیح میں لوگ یہاں آباد تھے۔جون بڈلف بھی کہتے ہیں کہ یہاں اکثر پامیراور سریقول سے حملے ہوتے رہتے تھے۔ اس لئے لوگ ان علاقوں کو چھوڑ کر چلے گئے(ص۵۲)۔بہرحال نئ نسل کے لوگ یہاں چلاس،تانگیر،داریل، چترال، یاسین، ہنزہ اور پا میر سے آ ئے ہیں۔ یہا ں کی آبادی سو فیصد مسلمان ہے۔ ان میں زیادہ تر اسما عیلی فرقہ کے لوگ آباد ہیں' جن کی آبادی نوے فیصد سے زیا دہ ہے۔ باقی اہل السنّت و الجماعت کے فرقہ سےتعلق رکھتے ہیں ۔ ڈا کٹر احمد حسن دانی لکھتے ہیں کہ

> ''مولائی اسماعیلی مسلمان آخری نبی ﷺ کے بعد حضرت علیؑ اور آلِ محمدﷺ اور علیؑ کو ہدایت کا سر چشمہ مانتے ہیں۔ یہ لوگ بھی ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے موجودہ امام سر آغاخان چہارم ہیں۔ ان کی عبادات اوررسومات اہل السنّت والجماعت سے کافی مختلف ہیں۔''
> (حسن دا نی،۲۰۰۰ءص ۱۵۱)۔

میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب نے اس علاقے کا دورہ کیا ہوگا۔ تاہم یہاں کے لوگوں کے عقائدکوتفصیل سے نہیں لکھا ہے لیکن جولکھا ہے صحیح لکھا ہے۔ باور کیا جا تا ہے کہ پیر نا صرخسروؒ جو امام مستنصر باالله (۱۰۳۶ ء تا۱۰۹۵ء) کے زمانے میں بدخشان اور یمگان کے داعی و حجت کےجلیل القدرعہدے پر فا ئز تھے آپ بقول خود آپ کے۳۹۴ ھجری کو قُبادیان میں پیدا ہوئے(طاہر نے یمگا ن لکھاہے) ۔ (شادانی،محمد طا ہر،ص ۴۸)۔آپ نے امام کی ہدایت پر یمگان ، بلخ، چترال اور یاسین تک اسماعیلی دعوت پھیلائی۔ (اسماعیلی تاریخ ، ۱۹۹۶،ص

۲۲۰۔۲۱۶) آپ کے شاگردوں نے بعد میں ان علاقوں میں اسما عیلی فرقے کی تبلیغ کی۔ جن میں سید سہراب ولی،ؒ ابوسعید ،کا مڑیا پیر ، شاہ سید محمد، شاہ خیر الله تھوئی، سید مزامحمد، عبدالرحمٰن ، شہزادہ مکین، سید حسن شاہ، سید بہروز شاہ اور شاہ اسماعیل وغیرہ شا مل ہے۔ ان تمام بزرگوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں صرف زبانی روایات موجود ہیں جس کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ ان کے ناموں اور دور کی ترتیب میں فرق ہومگر میر ا خیال ہے کہ ضرور ان لوگوں نے یہاں اس فرقے کی دعوت میں کردار ادا کیا ہے۔ ان کے بارے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں سید محمد علی شاہ سے انٹرویو کیا گیا ہے جو اسماعیلی طریقہ بورڈ برائے پاکستان میں مختلف لائبریریوں میں بحثیت لائبریرین کام کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے خاندان کا شجرہ نسب یوں بیان کر تے ہیں؛

> '' سیدسہراب ولیؒ کے نسل سے تعلق رکھنے والے سادات خاندانوں کی اسماعیلی دعوت میں بہت بڑے کارنامے ہیں جسکی تفصیل اس کے مطابق یہ ہے۔ سید سہراب ولیؒ نہ صرف پیر ناصرخسروؒ کے شاگردوں میں سے ایک ہیں بلکہ سادات ہونے کی حیثیت سے ان کو دوسرے داعیوں کی نسبت زیادہ سعادت حاصل ہے۔پیر نامدارنے اپنی زندگی میں خوجہ عمر یمگیؒ ، سید سہراب ولیؒ، سید حسن ذرابیؒ کو دعوت کے جزیروں میں بحیثیت داعی بھیجا۔ انہوں نے اپنے حلقوں میں اسماعیلی دعوت پھیلانے میں کو ئی کسر نہیں اُٹھائی۔ اس طرح تاجکستان، ماوراالنہر، بدخشان، چترال، گلگت بلتستان اور چینی ترکستان تک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسماعیلی دعوت کا کام بخوبی سرانجام دیا گیا۔ یہاں ہم ان سادات کا ذکر کریں گے جنھوں نے سید سہراب ولیؒ کے خاندان میں سے مشن کے کام میں حصہ لیا ہے۔ سید سہراب ولیؒ کی نسل میں سے جو سادات خوجگان بدخشان و یارقند کے نام سے مشہور ہیں۔ اس نسل سے بہت سے سادات آج تک تاجکستان، واخان، بدخشان افغانستان اور چینی ترکستان میں آباد ہیں ۔

یہ لوگ ایران میں خراسان، یزد، میں امام کے غیبت (دور ستر کے زمانے) کے دوران بھی امامؑ کی رہائش گاہوں سے واقف تھے۔ وقتاً فوقتاً ہدایت کا ذریعہ بنتے رہے ہیں۔ امامؑ کی ہدایت کے مطابق اپنی دعوت کے کام کو جاری رکھا بعد میں امام شاہ حسن علی شاہؑ کے دور میں ان کو ''پیری'' کے ٹائٹل سے بھی نوازا گیا۔اس طرح نسل درنسل یہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں دعوت کا کام کرتے آرہے تھے۔ بعد میں یہ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک خاندان نے چینی ترکستان ہجرت کی خوجگان سریقول یارقندکہلاتے ہیں۔ دوسرا بھائی پنجہ واخان میں شاہ سید محمد کامڑیا پیر کے نام سے مشہور ہوا اور اب تک ان کی نسل سے پیر ی کا کام جاری ہے اور سید شاہ اسماعیل منصب پیری پر ہے کیونکہ امام زمان نے ان کو ادارہ جاتی سطح پر یہی کام جاری رکھنے کو کہا ہے۔ چائنامیں بھی آغا محمد کی نسل سے شاہ سید محمد ،شہزادہ مکین نے دعوت کے کام میں حصہ لیا اور

اب تک دینی خدمات دے رہے ہیں'' ۔

ایک روسی متشرق اے۔ای۔ برٹلس (A.E.Burtles)نے بدخشان سے ان روایات کو جمع کیا ہے سید سہراب ولی کے بارے میں ان کی تحقیقات یوں ہیں؛

'' ملا کوچک کے نام سے ایک آدمی ناصر خسروؒ سے بہت گہرے تعلُقات رکھتا تھا۔ اس شخص کے حوالے سے ذکر ہوا ہے کہ پیر ناصر خسروؒ نے ایک نایاب کتاب وجہ الدین خوجہ عمریگی کو دیا۔دوسری کتابیں سید سہراب ولی کو دی ہیں۔یہ دو شخصیات دعوت کے حلقے میں پیر ناصر خسرو کے جانشینوں میں سے تھے۔ ان میں اہم شخص سید سہراب ولیؒ بتائے جاتے ہیں جو اس وقت دعوت میں سرگرم داعی تھے''۔

(Reference of lectures Ismaialai of Badakshan, By A.E. Berteles,June11th to 13th1984 Institute of Ismaiali Studies in Londan.)

ان کے بارے میں مزید مدّ بر روسی شخصیت پروفیسر ایوانوف سید سہراب ولیؒ کی تصنیفات کے بارے میں ذکر یوں کرتا ہے؛

''سی و شش صحیفه۔در جنوب مناطق اسماعیلی زادی و دیا ر بالائے جیحوں و ریا ست ہنزه و چترال که بعض مردم آ نرا بدخشان میگونید مشهوراست۔بسیاری تصینفات سید سهراب ولی دریافت شده که مصنف سید سهراب ولی رضی البدخشانی تحریراست ۔تا ریخ خاتمه ۱۸۷۵۷

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراق است (١٤٢٥) وديگرى نيز ١٤٥٣ه درجه
است تفصيل مضامين از ٣٦صحيفه عبارت است
،آدمؑ وجسم او،روح باقوت جسمانى
،ملائكه،ابليس تخليق آدمؑ.قصه ابليس (٢٠-١٦٠)
پيغمبرو وضيفه شان(٢٢-٢١) جنت ودورزخ،
پلصراط، و ديگرسى وشش صحيفه جمع ابواب
بوده ہو شنگ اُجاقى اصلاح كرده ١٩٦١ء در
تهران ايران به چاپ رسانيده بودند و اين كتاب در
گلگت نيزتحقيق شده بنام تخقة الناظرين توسط
اداره البلاغ گلگت به رسده است.مضامين از عقل و
نفس ،افلاك است ،تصنيف دوم روضته المتعلمين
اين كتا ب ناياب است . سوم يك نسخئه قديمى كے
جمع٩١١ اوراق است.در كا غذ ساده آسياى ميانه
به تاريخ ١٥ رمضان١١٣٧ہجرى و ديگرى ٢٨٥
اوراق در ١٧٢٥ نوشته بودند اين كتا برا موسى
خان محمد خان خراسانى به تكميل رسانيده
اند١٣١٢ہجرى بمطابق ١٠-٢٩-١٩٨٤ء در ممبئى يا
پو نا از نسخئه چترالى به چاپ رسا نيده بودند.
چهارم يك كتا ب به نسخه قلمى خود جمع ابواب
٢٢٢ كا غذ ساده قد يمى بخط آسياى ميا نه در
تركستان نوشته بودند تاريخ ختم ١٩ رمضان

١٢٧٧ بمطابق ٢٣مارچ ١٩٤١ء تحرير شده است و
ديگر نسخه ہا ئيش يا دردست غيرافتاده يافرسوده
باشدڈكٹورا ايواف براى اہميت اين تصنيف رااين
گو نه ذكر كرده است '' The Value of the{{36}}
Sahifas as an histerical document is intirly due to the delerable scarcity of workers of Ismaili Literature.

اس کا ترجمہ اس مطابق ہے:
''سی وشش(۳۶) صحیفہ جنوب کے اسماعیلی علاقوں اورجیحوں
وماورالنہر کے بالائی علاقوں میں ریاست ہنزہ اور چترال کے
کچھ لوگ اس کو بدخشان بھی کہتے ہیں، کے نام سے مشہور ہے
سیدسہراب ولیؒ کی بہت سی تصنیفات ملی ہیں۔ مصنف کا نام سید
سہراب ولی رضی البدخشانی تحریر ہے۔ تاریخ خاتمہ ۱۴۲۵ ھ اور
دوسری جگہ ۱۴۳۵ھ درج ہے اور اوراق ۸۵۷ ہیں ۔تفصیل
مضامین 36 صحیفہ سے عبارت ہیں جن میں آدمؑ اور اس کا جسم
،روح جسمانی قوت کیساتھ، ملائکہ، ابلیس، تخلیق آدمؑ قصہ
آدمؑ،قصہ ابلیس(۲۰-۱۶۰) پیغمبر اورانکی ذمہ داری (۲۲-۲۱)
جنت اور دوذخ پل صراط اور دیگر۔سی وشش صحیفہ چند ابواب پر
مشتمل ہے۔ ہوشینگ اُجاتی نے اصلاح کرکے 1961ءمیں
تہران ایران سے شائع کیا۔ یہ کتاب بعد میں گلگت میں بھی
تحقیق ہوکر بنام تحفہ الناظریں ادارۃ البلاغ گلگت سے چھاپی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گئی ہے۔ ان کے مضامین عقل، نفس اور افلاک ہیں۔ دوسری تصنیف روضیۃ المتعلیمین ہے۔ یہ کتاب نایاب ہے۔ سوم ایک قدیمی نسخہ جن کے ۹۱۱ اوراق ہیں۔ جو سادہ کاغذ پر سنٹرل ایشیاء بہ تاریخ ۱۵ رمضان ۱۱۱۳اور دوسری کتاب ۱۷۲۵ میں لکھی گئی ہے جس کے ۲۸۵ اوراق ہیں۔ اس کتاب کو موسیٰ خان ولدمحمد خان خراسانی نے بمطابق۱۳۱۲ھجری ۲۹/۰۱ /۱۹۸۴ء میں تکمیل تک پہنچایا اورممبئی یا پونا میں چترالی نسخہ سے چھاپ کرایا۔ چہارم ایک کتاب اپنے قلمی نسخے سے ٹوٹل ۲۲۲ ابواب میں قدیمی سادہ کاغذمیں سنٹرل ایشیاء کے خط ترکستانی میں لکھاہے۔ تاریخ تکمیل ۱۹ رمضان ۱۹۶۱ بمطابق ۲۳مارچ ۱۲۷۷ء تحریر کیاہے۔ دوسرے نسخے یا تو دوسروں کے ہاتھوں ضائع یا پھر فرسودہ ہوں یا نایاب ہیں۔ڈاکٹر ایوانوف یو لکھتے ہیں"

The Value of the 36 sahifas as an historical document is interly due to the deplorable scarcity of works of Ismaili Literature.

اس خاندان سے تعلق رکھنے والے سادات کا شجرہ اس مطابق ہے۔

☆ سید سہراب ولی رضی قطب بدخشان (یہ ترتیب نزولی میں ہے ،مولئف)
☆ سید شاہ زید ☆ ابن سید علی ☆ سید مہتر ☆سید علی ☆ سید سلمان ابدال
☆سیددرویش محمد ☆ شاہ نورالدین محمد☆ شاہ سلمان ☆ سید محمد فاضل ☆ شاہ

"وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں" از محمد جان...

اسماعیل ☆خواجہ ابراہیم حسین ☆ شاسید علی ☆ خواجہ بندہ شاہ ☆ خواجہ ابو المصوم ☆ سید شاہ غلام ☆ آغا محمد ☆ سید گدا محمد اول☆ سید شہزادہ مکین☆ سید حسن شاہ ☆ ابو سعد ☆سید عبدالحسن ☆ سید دلدار شاہ(درج بالا تمام سادات منصب پیری پر کسی نہ کسی طرح فائز تھے)۔
شاہ سید محمد ☆ سید فروز شاہ☆ سید عبدالرحمٰن ☆ سید شاہ اسماعیل☆۔"

یہاں کے لوگوں کے مذہب کے بارے میں باور کیا جاتاہے کہ جہاں سے آئے اپنی ساتھ اپنے روایات اورعقیدے کو ان علاقوں میں بھی برقرار رکھا۔ چترال، چلاس اور دیگر علاقوں سے جہاں لوگ پہلے ہی مسلمان تھے ان لوگوں نے نہ صرف اپنے مذہب کو یہاں بھی رائج کیا بلکہ مزید لوگوں کوبھی اس طرف راغب کیا۔لیکن جو قبائل بہت پہلے یہاں وارد ہوئے تھے انہوں نے اپنے پرانی روایات تبدیل کرکے اسلام کے مختلف فرقے اختیار کئے ہیں۔ چٹورکھنڈ ، دائین، پکورہ کے لوگ چترال سے ہجرت کرکے یہاں آگئے ہیں۔ ان کی دعوت کا سہراشاہ کلان اول کے دادا پیرسیدکرم علی شاہ نے امام سید خلیل اللہ ثانیؑ کے زمانے میں چترال تک تبلیغ کی تھی۔ آپ کی نسل سے سادات مختلف علاقوں میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں ۔موجودہ سیدکرم علی شاہ جو سیاسی وسماجی خدمات کی وجہ سے ان علاقوں میں مشہور ہیں،اُنہی کے نسل سے ہیں۔ چٹورکھنڈ کی زمینیں بھی سید شاہ کلان ثانی نے حاصل کی تھی جس کی وجہ سے سید جلال شاہ 1892ء کے بعد چترال ویاسین چھوڑکر یہاں آباد ہوگئے۔ ان کے ساتھ ان کے کافی مرید اور خدمت گار بھی ان علاقوں میں آکررہنے لگے۔

ایمت وادی کے اسماعیلی واخان اور گردنواح سے میرعلی مردان کے ساتھ آگئے ہیں۔ (فدا علی ایثار،ص ۴۵۔۴۷) اہل السنّت والجماعت کے لوگ یہاں

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر...............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چلاس، داریل اور کوہستان سے مختلف راجوں کے زمانے میں خاص کر ان علاقوں میں راجہ گوہر امان، سلمان شاہ اور ان کے دیگر پیش رو جو پشاور سے مذہبی تربیت پاکرکوہ غذر یاسین تک آئے اس فرقے کے لوگوں کو یہاں لایا۔(عثمان علی، قراقرم کے قبائل،ص ۲۲۳)۔ ابھی یہاں یہی دو فرقے آباد ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں مسلمانوں کے کوئی آثارنہیں۔لیکن دیگر مذاہب جن میں زرتشت اور بدھ دہ شامل ہیں، کے کافی مذہبی آثار پائے جاتے ہیں کرنل شمبرگ لکھتے ہیں؛

"The people were Maulais and thanks to certain innovation of the Bombay..."(P80).

کرنل صاحب بہت بعد میں انیسوی صدی کے تیسرے عشرے میں یہاں برٹش انڈیا کی طرف سے ان علاقوں کے دورے پر آئے تھے۔ اس زمانے میں بھی لوگ ان پڑھ ہو نے کی وجہ سے شاید سیاحوں اور مورخین کو صحیح طور پر اپنے علاقے اور مذہب کے بارے میں نہیں بتاسکے ہو نگے۔ دوسرا مسئلہ زبان کا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات درست ہے کہ اسماعیلی فرقہ کے امام ممبئی میں رہتے تھے اور وہاں سے اپنے مریدوں کی راہنمائی فرماتے تھے ۔ موجودہ وقت میں اسماعیلی جماعت بہت منظّم انداز میں زندگی گزار رہی ہے اور اہل سنت برادری بھی اس علاقے میں آزادانہ زندگی گزار رہی ہے۔ دونوں اپنے دینی فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اپنے اپنے عقائد کی بجا آوری میں آزاد ہیں ۔الحمد للہ!

مقامی بزرگ کہتے ہیں کہ گلگت بلتستان کی آزادی کے بعد اسماعیلی علماء کی آمد کا سلسلہ بھی جاری ہوا۔ اس سلسلے میں سنٹرل ایشائی پیری سلسلے کے بزرگوں کے

علاوہ کراچی اور ممبئی سے بھی مشنری اور واعظین آتے رہے۔ مشنریوں میں سبز علی، شیرعلی وغیرہ اور موجودہ اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس ایجوکیشن بورڈ کے واعظین شامل ہیں۔ اس طرح اہل و السنّت برادری کے سالانہ تبلیغی جماعت کے لوگ آتے رہتے ہیں جو ان کو ان کے فرقے کے متعلق راہنمائی کرتے ہیں۔

زیارات

اسلام قبول کرنے کے بعد ان علاقوں میں اگرچہ پچھلے مذاہب کے آثار بہت کم نظر آتے ہیں۔ اسلام میں پیغمبرانؑ آئمہ اظہارؑ اولیا اللہؒ اور دیگر ہستیوں کو ان کی خدمات کی وجہ سے بہت عقیدت کی نظر سے دکھا جاتاہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی میں اور اس فانی دنیا سے رخصت ہو نے کے بعد لوگ ان کے مقبروں کو زیارت کے طور پر احترام سے دیکھتے ہیں۔ گلگت بلتستان میں بھی ایسے بہت سے بزرگ گزرے ہیں یا ان کے ان علاقوں میں کرامات و نشانات ہیں جن کو آج تک لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وادی اشکومن میں زیارت گاہیں بہت کم ہے۔ چند علاقوں میں زیارات موجود ہیں جو کہ ددج ذیل ہیں:

زیارت پنجہ شاہ: ایمت میں ایک زیارت موجود ہے جس کو زیارت پنجہ شاہ کہتے ہیں۔ اس زیارت میں ایک گھول پتھر موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں اشکومن خاص کے لوگ اس پتھرکو چکی بنانے کے لئے کوٹ لے گئے لیکن چند دن بعد وہ خود دوبارہ ایمت واپس گیا۔ دوبارہ لیکر گئے پھر بھی واپس گیا۔ اس دوران ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ اس پتھر کے بارے بتارہا ہے کہ ''آئندہ اس پتھرکو اس جگے سے نہ لے جاؤ یہ میری نشانی ہے'' اس واقعہ کے بعدحکمران

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقت نے اسی جگہ اس پتھر کے لئے ایک کمرہ بناکر رکھااور اس پتھر کو زیارت کے طور پر اہمیت دی جو آج تک موجود ہے۔ پتھر کو کھول اور خوبصورت بنایا گیا ہے اس کے ساتھ تین اور چھوٹے پتھر ہیں جن پر ہاتھ کے واضح نشانات ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق قدیم زمانے میں ایک لشکر یہاں سے گزرا وہ جہاں بھی پڑاؤ کرتے نشانی کے طور پررات کو ایک پتھر بناکرچھوڑ دیتے۔ انہوں نے اس پتھر کو یہاں اور دو پتھروں کو مترم دان سے آگے مختلف جگہوں پر رکھ دیئے ہیں، جن کو ''خودرک ورتھ'' کہتے ہیں۔ ان پتھروں کی وجہ سے اس وادی کا نام ہی یہی پڑ گیاہے۔ بہرحال قاری سید حسین شاہ کاظمی نے اس عمارت کو ۲۰۰۳ء میں دوبارہ تعمیر کی ہے جو قابل دید ہے۔

مقبرۂ سید محبت شاہ: بارجنگل میں پیر محبت شاہ کا مزار ہے گردنواح کے لوگ اس مقبرے کو زیارت کے طور پر احترام دیتے ہیں اور برسی کے موقع پر مختصر تقریب میں پرچم کشائی بھی ہوتی ہے۔

مخحُد غوٹلتی: اشکومن غوٹلتی میں ایک بزرگ کے پتھر پرپاؤں کے نشانات ہیں اور اس سے منسوب ایک کہانی بھی ہے جسکا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کی وجہ سے اس زیارت کو بھی مقامی لوگ احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نالہ جاتے ہوئے اس مقام پرضرور نیازو نذرانہ رکھ دیا جاتا ہے۔

مقبرۂ سید جلال علی شاہ: چٹورکھنڈ میں سید جلال علی شاہ کا مقبرہ ہے۔ قدیم زمانے میں یہاں کے لوگ اس مزار پر سالانہ تقریب منعقد کرکے ان کی خدمات کوخراج تحسین پیش کرتے تھے۔ دور دراز کے گاؤں سے ان کے مرید اس تقریب میں شرکت کے لئے آتے تھے۔ اس موقع پر پرچم کشائی بھی ہوتی تھی۔ آج کل یہ

رسومات نہیں ہوتے ہیں۔

دائین کی زیارت: دائین میں بھی ایک بزرگ (پیر شیرداویل حسن آباچی) کا مقبرہ ہے جہاں لوگ قدیم زمانے میں عقیدت کے ساتھ آتے جاتے تھے آج کل یہاں یہ رواج نہیں تاہم ان کے ذہنوں میں ان روایات کے لئے احترام موجود ہے۔

رقبہ و آبادی

وادی اشکومن کارقبہ 2792مربع کلومیٹر ہے(معاشرتی علوم، ص۳۲) آبادی 1998ء کی مردم شماری کے مطابق 18406نفوس پر مشتمل ہے۔ جن میں 9200عورتیں اور 9206 مرد شامل ہیں۔ 2206 گھرانے ہیں اور اب یہ آبادی 20,000 تک بڑھ چکی ہے۔ ڈاکٹر ناموس نے اپنی کتاب گلگت اور شینا میں اس وادی کی آبادی کی تفصیلی چارٹ دیا ہے جو اس مطابق ہے۔

''پولیٹکل گورنر اشکومن کے زمانے میں انگریزوں نے مردم شماری کی تھی جسکے مطابق1911ء میں آبادی 2020 افراد،1921ء میں 2753 افراد، 1931ء میں 2986 افراد اور 1941ء میں 4282 افراد پر مشتمل تھی۔'' (ڈاکٹر ناموس، 1961ء ص1 حسن دانی ص404)۔

وقتاً فوقتاً مردم شماری ہوتی رہتی ہے اور ہر دس سال بعد تازہ اعداد و شمار سامنے آتے ہیں۔ اسماعیلیہ ریجنل کونسل اشکومن یونیال(۲۰۰۷ء) کے مطابق یہ آبادی بائیس ہزار سات سو سے تجاویز کرگئی ہے۔گھرانوں کی تعدادایکس سو ہے۔

معیشت

کسی علاقے کی معیشت کا انحصار وہاں کے آب و ہوا اور زمین کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زرخیزی پر منحصرہے۔ وادی اشکومن اس لحاظ سے مالامال ہے۔قدرتی ذرائع جن میں پانی،زرخیز زمین، میدانی علاقے، جنگلات اورآب وہواشامل ہیں۔مقامی لوگ کہتے ہیں کہ ان کے آباو اجدادنے اس علاقے کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ یہ جگہ بہت زرخیز اور قدرتی وسائل سے مالامال تھی۔ماضی میں لوگ دریا کے کنارے کاشت کاری کرتے تھے کیونکہ نہروں کا انتظام نہیں تھا۔لوگ صرف گلہ بانی، شکار، اورکاشت کاری کرتے تھے۔سال میں ایک ہی فصل ہوتی تھی۔ان کی معیشت کے حوالے سے کرنل شمبرگ کہتے ہیں کہ

"I was told that there were neither carpenters nor the masons in the countery...,(shambrg 1933)

ترجمہ: مجھے بتایاگیا کہ اس علاقے میں نہ تو ترکھان ہیں اور نہ ہی مستری (جوتعمیرات کا کام کرسکیں)....

ماضی میں یہاں بہت برف باری ہو تی تھی۔موسم انتہائی سرد رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ گو شت، سبزیاں،دودھ اوردیگرخشک میوہ جات ان دنوں کیلئے محفوظ رکھتے تھے۔بجلی اوردیگرجدیدسہولیات نہ تھیں لباس اورخوراک کے معاملے میں یہ لوگ زیادہ خوش قسمت نہیں تھے۔علاقائی صنعت میں اُونی کپڑے،چوغہ، جرابیں، دستا نے، دیسی کمبل، ناڑے وغیرہ بناتے تھے۔جو توں کی جگہ کوری (چمڑے کے جوتے) استعمال کرتے تھے۔

دور حا ضر میں یہاں بہت زیادہ تبدیلی سے لوگوں کی تقدیر بدل گئی ہے۔ زراعت، گھریلوں صنعت، تجارت، گلہ بانی اور ملازمت کے علاوہ لوگ اب نئے

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمدجان..

نئے شعبوں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ آج کل کلُ آبا دی کا 25% سے زائد ملازمت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر لوگ درس و تدریس اور فو ج میں جا نا پسند کر تے ہیں۔

زراعت میں گندم مکئی، جو، باجرہ، سبزیوں میں شلغم، مولی، پیاز، ٹماٹر، آلو، کدو، گوبی، دالیں اورپالک شامل ہیں۔ پھلوں میں خوبانی، اخروٹ، بادام ناشپاتی، سیب، آنار، آلوچہ، انگور، چیری، توت، اور شہتوت شامل ہیں۔ درختوں میں بید،چنار، سفیدے، چیڑ،صنوبر، دیور،جنگلی پودے وغیرہ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

جنگلی جانوروں میں ریچھ، لومڑی، بھیڑیا، خرگوش، کیل، مارخور اور پالتو جانوروں میں گائے،بیل، بکری، بھیڑے، خچر، گدھااور مرغیاں شامل ہیں۔اس وادی میں معدنیات بھی کثرت سے پا ئے جاتے ہیں۔ جن میں قیمتی پتھر، سرمہ، سلاجیت اور بارود بنا نے کا مصالحہ جس کو مقامی زبان میں شورہ کہتے ہیں؛شامل ہیں۔

معدنیات کے حوالے سے ماہرین کی کمی کی وجہ سے یہاں کے قدرتی خزانے انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ماضی میں آخروٹ ، خوبانی اور دیگر پھلوں کی کٹھلیاں وغیرہ فروخت نہیں کی جاتی تھیں بلکہ ان کے استعمال سے مختلف کھانے بنائے جا تے۔ خشک میوہ جات کااستعمال عام تھا۔ اکتوبر نومبر میں گائے بیل، خوش گائے، بکریاں فروخت کرکے ان سے زرمبادلہ کماکرروزمرہ زندگی کی ضروریات پوراکرتے تھے۔ لوگ محنت مزدوری اور ملازمت سے روزی کمانے کی کوشش کرتے ہیں۔یہاں کے دستیاب وسائل سے ان علاقوں کی معیشت کافی حد تک بہتر ہو ئی ہے۔لوگوں کی معیار زندگی اب پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے۔

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہن سہن

آج کل رہن سہن کی بڑی اہمیت ہے ایک صحت مند انسان کی صحت اور معیار زندگی کا انحصار اس کے رہن سہن پر ہے۔ رہن سہن کی بنیاد پر انسان انسانوں کی طرح زندگی گزار سکتا ہے ۔ماضی میں یہاں کے لوگ زیادہ تر مشترکہ گھروں (Joint Families)میں رہتے تھے۔ بزرگوں کے بقول یہاں کی رہن سہن کی حالت صحیح نہیں تھی۔ ایک ہی گھر میں درجنوں لوگ رہتے تھے۔ گھر تقریباً 18*25َ کے ہال کے برابر ہو تا تھا۔ اسی سے سٹور، بیڈ روم، ڈائنگ ہال سب کے سب کام لیتے تھے۔ مکا نات کی تعمیر کا رواج بہت کم تھا۔قلعہ نما ایک گھر بنا کر حملہ آوروں اور راجہ صاحبان کے رحم کرم پر جیا کرتے تھے۔ یو رپ میں گاڑی، کار اور ایئر کنڈیشن کی سہولیات کی ایجاد تک یہاں کے لوگ غلامی اور مال مویشیوں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ صاحب حیثیت لوگ اپنا گھر اسلامی طرز تعمیر سے بنانے کی کوشش کرتے تھے جس کے چھ ستون چھ جلیل القدر پیغمبروں کی عکاسی کرتے تھے۔ گھر کی اندورونی چھت میں پانچ تہیں جن کو مقامی زبان میں گھٹ کہتے ہیں، پنجتن پاک کی نشاندہی کر تے ہیں۔ گھر کے اندر کئی حصے ہو تے ہیں۔ ان حصوں میں مختلف امور سرانجا م دیئے جا تے ہیں۔ جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ

> ”شوم: دروازے کے داخل ہوتے ہی پہلا حصہ شوم کہلاتا ہے۔ جو نوکروں کے کھڑے ہونے اور جوتے اُتارنے کے کام آتا ہے۔ بیند: اس سے لکڑیوں کے ذریعے شوم سے جدا کیا جاتا ہے اور انگیھٹی کے تین طرفہ جگے کو بیند کہتے ہیں بیند نمبر ایک کو بہت بڑا مقام حاصل ہے

”وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں“ از محمد جان...

> جہاں گھر کے بزرگ اور گھر میں کوئی مہمان آتا ہے تو وہ بھی وہاں بیٹھ جاتا ہے۔ باقی دو بیندوں پر جوان بیٹھتے ہیں۔ مون: یہ بیند سے تقریباً ایک فٹ اونچا ہو تا ہے جہاں کچن کے سامان رکھے جاتے ہیں ۔ مون پر المایاں بنا تے ہیں اور ان پر طرح طرح کی خطاطی ہوتی ہے۔ گھر کے دائیں بائیں جا نب دو تھا لی ہوتی ہیں جن میں وہ سو جاتے ہیں“۔

درجہ بالا متن میں ان علاقوں کے گھروں کے بارے جو معلومات لکھی گئی ہیں زیادہ تر ٹھیک نہیں لیکن پھر بھی اوپن یونیورسٹی کے بی ۔اے کی عمرانیات میں یہ متن مندرج ہے۔ دیسی تعمیراتی گھر میں باقی چار کونوں میں دروازے کے ساتھ لکڑیوں کا سٹاک ہوتا ہے۔ یوں گھر سٹور، کچن، ڈائینگ ہال کے طور پر بھی استعمال ہو تا ہے۔ گھر کے ساتھ ایک سٹو ر بھی ہوتا ہے جو گنجو کہلا تا ہے ۔ جہاں یہ لوگ سامان اور دیگر چیزیں رکھتے ہیں۔

گھر تعمیر کرتے وقت قبلہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ گھر کے اندر دائیں مرد اور بائیں جانب عورتوں کیلئے مخصوص جگہیں ہو تی ہیں۔ گھر کے اکثر کام عورتیں کرتی ہیں۔ جیسے کھا نا پکا نا ، کپڑے دھو نا ، مال مویشیوں کی دیکھ بھال کر نا وغیرہ ان کاموں میں مرد اور بچے بھی ان کی مدد کرتے ہیں۔ ماضی میں مرد حضرات صرف شکار اور پو لو کھیلتے اس کے علاوہ جنگ و جدل یا لڑائی جھگڑوں میں یہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ (میر بنی ملاقات ۲۰۰۳ء)۔ گھر یا مکان کی تعمیر کا انداز

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر...............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پورے تحصیل اشکومن میں ایک جیسا نہیں بلکہ بہت مختلف ہے اس کی ایک وجہ ان لوگوں کا اپنے اپنے قدیمی ورثے کو لیکر مختلف جگہوں سے یہاں وارد ہونا ہے جیسے چترالی، چلاسی، واخانی وغیرہ ۔ موجودہ حالات میں یہاں کے لوگوں کی رہن سہن کافی بہتر ہوا ہے۔ نئے مکانات اور گھر تعمیر کرنے کا رجحان ان علاقوں میں بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ معیار زندگی میں کافی بہتری نظر آ رہی ہے ۔

لباس

لباس کے حوالے سے یہاں کے بزرگ دلچسپ کہانیاں سُناتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے جدید لباس گلگت بلتستان کی آزادی کے بعد دیکھا۔ اس سے پہلے یہاں کے لوگ دیسی یا گھریلوں صنعت سے پٹو بنا کر ہاتھ سے سلائی کیا کرتے تھے۔ دس یا بارہ سال سے کم عمر بچوں کیلئے اس قسم کے کپڑے بھی پہننے کو نصیب نہیں ہوتے۔ کپڑوں پر پیوندکاری اتنی ہوتی تھی کہ خود کپڑے کا وجود بھی نظر نہیں آتا۔ سردیوں میں پہننے کیلئے کوٹ جرسی وغیرہ نہیں ملتے۔ مرد دیسی چوغہ اور عورتیں بھی اسی قسم کی دیسی مصنوعات پر گزارہ کرتی تھیں۔ جوتے پہننے کا رواج ہی نہ تھا بلکہ چمڑے کے پاپوش جن کو مقامی زبان میں ''کوری'' کہتے ہیں، بنا کر استعمال کرتے تھے۔ اس قسم کی چیزیں بھی گاؤں کے بااثر یا مخصوص لوگوں کے پاس ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور طریقے سے بھی عام لوگ یا شکاری حضرات جوتے بناتے تھے جن کو 'تھوٹے' کہا جاتا ہے یہ بھی چمڑے ہی سے بنائے جاتے تھے۔ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ واخان، یارقند اور پامیر سے مقامی تاجر کٹورہ نامی کپڑہ لایا کرتے تھے جسے عورتیں فراک نما کپڑے بنا کر پہنتی تھیں۔ خواتین مقامی ثقافتی ٹوپیاں اور دیگر علاقائی زیورات کا استعمال بھی کیا کرتی تھی۔ موجودہ زمانے میں لباس کے حوالے

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

سے لوگوں میں کافی شعور پیدا ہوچکا ہے اور وہ اس کو اپنی بنیادی ضرورت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ شلوار قمیض، دیسی ٹوپیاں اور چوغے کا استعمال عام ہے۔ نوجوانوں میں پینٹ شرٹ جدید علاقائی، ملکی اور غیر ملکی لباس کی طرف رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ تمام ترقی اور تبدیلی کے باوجود علاقائی لباس کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ اہم مذہبی اجتماعات اور علاقائی رسومات کے موقع پر لوگ روایتی لباس ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔

وادی اشکومن کا تاریخی پس منظر

کسی ملک یا ریاست کی تعمیرو ترقی کا دارومدار وہاں کی سیاسی اور سماجی حالات پر منحصر ہے۔ مستحکم جموری یا شخصی حکومت کیلئے تعلیم کنجی کی حیثیت رکھتی ہے۔ وادی اشکومن ۱۹۴۷ء تک جہالت اور غربت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں ڈھوبا ہوا تھا۔ سیاح، مستشرقین ، مورخوں اور مقامی تاریخ سازوں نے اس علاقے کے بارے میں بہت کم قلم اُٹھایا ہے۔ جس کسی نے بھی اس علاقے کا تذکرہ کیا ہے وہ اس علاقے کو محض ایک اہم درہ یا گزرگاہ بتاتے ہیں۔ اس کی ایک اہم وجہ اس وادی کا مرکز سے دورواقع ہونا ہے۔آزادی سے قبل یہ وادی سنٹرل ایشیا چترال یا گردونواح کے لوگوں کیلئے گزرگاہ کے طور پر دیکھی جاتی تھی۔ اس لئے زیادہ تفصیلات معلوم نہیں۔ صرف کرنل شمبرک (۱۹۳۳ء) اوراحمد حسن دانی (۲۰۰۰ء) کی تحقیقی کتابوں میں اشکومن کے بارے میں کافی معلومات ملتی ہیں۔ اگرچہ دور حاضر میں بہت سیاح اور ادبی لوگ ان علاقوں کی سیر کے لئے آتے ہیں لیکن انگریزوں کی طرح وہ کثیرالجہتی مقاصد لیکر نہیں آتے۔ محض فطری مناظر کا لطف اور تفریح کے متعین مقاصد کی وجہ سے ان کے لکھے ہوئے سفرنامے ان کے اپنے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں۔ ان علاقوں کے بارے نہیں۔ مثال کے طور پر مستنصر حُسین تارڑ

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(۲۰۰۲ء) نے ایک سفرنامہ ''پاک سرائے'' کے نام سے لکھا ہے۔ موصوف کا اردو زبان وادب پر گرفت ضرور ہے فطری مناظر کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔مگر اس علاقے کے جغرافیائی حدود، تاریخ، ثقافت، مذہب،اور دیگر اہم چیزوں کے بارے کوئی اہم تذکرہ نہیں کی ہے۔ فقد زیب داستان کیلئے کچھ چیزوں کو بڑھا چڑھا کر لکھا ہے ۔ ایک اور کتاب'' سفر نامئہ شمالی علاقہ جات معلومات کے آئینے میں''(۲۰۰۵ء) میں عامرشہزاد نے ان علاقوں کی تاریخ کو مسخ کرکے لکھا ہے۔ اس طرح کے لوگ ان ُپہاڑی علاقوں میں پہلی دفعہ آکر اپنے خیالات کا اس طرح اظہار کر چکے ہیں جس سے ان کی اجنبیت واضح نظر آتی ہے۔ اس طرح موجودہ دور میں ان عنوانات پر سیاح توجہ نہیں دیتے جو آنے والی نسل کے لئے ایک اہم سندرہے۔

مجھ کو جب آتی کبھی یاد وطن
برملا دل گھیرتا ہے اشکومن
ہے نہیں تاریخ اس چمنستان کی
پر نظر آتی ہے یہ پیر کہن

قدیم تہذیب میں بدھ مت کے آثار

جدید تحقیق اور آثار قدیمہ کی موجودگی سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ وادی اشکومن صدیوں پہلے(قبل مسیح میں) آباد تھی۔ وادی کے مختلف علاقوں میں کھیتوں اورمکانات کی تعمیر کے دوران ایسی بہت سی قدیم چیزیں ملی ہیں جن سے یہاں پر موجود ماضی کی تہذیب' تمدن اورانسانی آبادی کے آثار کااندازہ کیا جا سکتا

ہے۔گلگت بلتستان کی آزادی سے پہلے اور ایف۔سی۔آر کے زمانے میں ان علاقوں میں جتنے بھی محقق یا اسکالر آئے ان کو ان علاقوں کے حکمرانوں نے صحیح معلومات فراہم نہیں کیں بلکہ ان کے ساتھ ایسے متراجم مقرر کئے جنہوں نے صرف حکمرانوں کے قبائلی وروایتی کارنامے بیان کئے۔ عہد قدیم اورپچھلے دس پندرہ صدیوں کے اہم تاریخی مشاہدات کے بعد ڈاکٹر احمد حسن دانی ان علاقوں کے بارے میں لکھتے ہیں،

"A sucession of scholors such as sir Auel stein and professor Karl Iron as Jettmart, collected bronze, well as gold and silver objects (spread over a wideregion... and Ishkoman Valleys" Dani,Ahmat Hassan.2001)

اس کے علاوہ ہاتون اشکومن سے بھی قدیم تاریخی چیزیں ملی ہیں۔ جن کا حسن دانی نے مذکورہ کتاب کے صفحہ ۴۸ پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ صفحہ نمبر۱۱۲ پر لکھتے ہیں کہ

"In 1940 bronze rhyton was found from a habitation mound near Immit in Ishkoman valley ... another find

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

from the Ishkoman valley was reported by Sir Aurel stein.It was a bronze Cauldron with two sides handles and a progection froming a horse and the head, breast and arms of an elderly man. This composite figure is intended to represent a centaur of Greek mythology...The ehyton of Hellenistic inspiration." (Dani, Hassan. pp112-113)

قراقرم کے قبائل (1985ء)میں ڈاکٹر محمد رفیق مغل نے بھی ان شواہد کا تذکرہ کیاہے جسے وہ یونانی متھالوجی کے قنطورس قراردیتے ہیں۔ (ص ۱۸۹)اس طرح رشید احمد ندوی اس بارے میں کہتے ہیں کہ

’’وادی اشکومن کے مشہور گاؤں ایمت کے ایک ٹیلے سے کانسی کی بنی ہوئی ایک رائکٹین برآمد ہوئی تھی جسے سرآرل سیٹین نے دریافت کیا۔ اس کے مطابق نچلا حصہ گھوڑے کی ٹانگوں اورجسم کا مظہر تھااورسر،سینہ اور بازو ماضی کے آدمی کے شبیہ سے مشابیہ تھے۔ اس قسم کی صناعی عہد قدیم کے عقیدے کے مطابق بھی تھی۔ اُس عہد کی عجیب

الخلقت معبودوں اور بتوں کی نمائیدگی بھی کرتی تھیں جسے سرآرول سیٹین اپنے ساتھ لے گئے اور اکسفورڈ کے عجائب گھر میں محفوظ کر دیا جس کا نام اشمولین ہے‘‘

(رشید احمد ندوی (۱۹۹۰ء)صفحہ۲۹)۔

یحییٰ امجداپنی کتاب ’تاریخ پاکستان‘میں ان علاقوں کے بارے میں الگ نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ان کا کہنا ہے ’چینی بادشاہ نے تقریباً۷۴۷ء میں چترال پرحملہ کرکے وادی گلگت اور شمالی چترال تک چینوں کی حکومت پھیلائی۔ ۷۵۱ء میں چینیوں اور عربوں کے درمیان سخت ٹکراؤ ہوااور عربوں نے چینوں کو شکست دی‘۔(صفحہ۵۱۳) یہ حملہ درکوت یاسین کے درے سے کیا گیا تھا۔

ان باتوں سے یہ کہاجاسکتاہے کہ ان علاقوں میں چینیوں نے بھی حکومت کی ہے۔ اشکومن کوٹ میں ایک شخص کے ہاں مٹی کا ایک مٹکہ اب بھی ان کے پاس محفوظ ہے یہ قدیم زمانے میں کھدائی سے ملا ہے۔ یہ مٹکہ بھی قدیم ترقی یافتہ تہذیب کی عکاسی کرتا ہے، جو ہزاروں سال قبل یہاں موجود تھی۔کوٹ میں قبروں کی کھدائی سے دو کلہاڑیاں اوردیگر زیورات بھی ملے ہیں جو اب بھی ان لوگوں کے پاس محفوظ ہیں ، قدیم تہذیب کی عکاسی کرتے ہیں۔حسن دانی صاحب نے گندھارا آرٹ اور درد قبائل کا تذکرہ بھی کیا ہے جو میرے خیال میں درست ہیں۔ نالہ ہندس میں ہزاروں سال پرانی قبریں اب بھی ارضیاتی ماہرین کے منتظر ہیں۔گاؤں غوٹلتی میں بھی لوگوں کو اس سال نہریں نکالتے ہوئے ایک مٹکہ اور بہت سے زیورات ملے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہنی سارا ایک ڈیم

درد قبائل اور بدھ مت کے زمانے میں ان علاقوں میں ہنی سارا ایک بند (ڈیم) کا نام تھا جو ہاتون کے مقام پر واقع تھا اسی سے لوگ آبپاشی کیا کرتے تھے اور اس وقت کی تہذیب ترقی کے عروج پر تھی۔اس وادی میں دریائے اشکومن کو اب بھی ہنی سارا(ہنی ساری) کہتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وادی اشکومن کا قدیمی نام 'ہنی ساری' یا 'ہنی سارا' تھا۔مقامی لوگوں کواس حوالے سے بالکل معلومات نہیں۔ مورخین نے اس بات کا گہرا مطالعہ کیاہے ،حسن دانی ہسٹری آف نارتھ کے صفحہ۱۵۱ پر لکھتے ہیں،

".... the inscription refers to the prosperious region of paramabhattaraka maharajahiraja paramesvara. The Tukarapura, obiously the same site where the inscription has been installed on the bank of Ishkoman river ,by makara-simha... distric (vishaya) of hanisara identical with Hanisara old name of Ishkoman Valley... Urban centre developed after a dam was

built on the river.A usual method of chanaling river water in thisregion" (.pp151,152)

مقامی لوگوں کی کم علمی اور تحقیق سے نا آشنائی کی وجہ سے ایسے بہت سے آثار قدیمہ ضائع ہوگئے ہیں۔مقامی لوگ ایسے گھروں سے بھی ایسے قدیم تاریخی اوزار اونے پونے فروخت کرچکے ہیں۔ شاہ رئیس خان کی تاریخ گلگت میں احمد حسن دانی شری بدت اور اُسکے ہمعصر بادشاہوں کاذکرتے ہیں جو کہ بدھ مت اورزرتشت مذہب کے ماننے والے تھے، ان علاقوں پر حکمرانی کرچکے ہیں (صفحہ۴۔۵)۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ قدیم زمانے میں یہاں بدھ مت کے لوگ رہتے تھے اور ان کی تہذیب عروج پر تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی اپنے ہنر اور مہارت کا بھرپورفن دیکھایا ہے۔ جگہ جگہ ان کی نشانیاں، قبروں اور دیگر عمارتوں کے آثار کی شکل میں نظر آتی ہیں۔ ایسا دکھائی دیتاہے کہ اس ڈیم سے اس وقت مقامی اراضی کو سیراب کرنے کے علاوہ دیسی چکیاں (Mills) بھی چلائی جاتی تھیں۔ ان علاقوں میں کئی ایک مقامات پر قدیم کھیتوں کے آثار بھی نمایاں نظرآتے ہیں جو ہوسکتا ہے اس ڈیم سے پہلے آبادہوں۔

درۂ اشکومن اور واخان

وادی اشکومن نالہ قرمبر اور نالۂ ماتھن تھرؔ کی وادیوں سے واخان پا میر اور چینی مہا جرین کیلئے ایک بہترین گزرگاہ تھی ''جون کے'' اپنی کتاب گلگت گیمز کے صفحہ نمبر۹۰ پر لکھتے ہیں کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"The principal objective of this was the Ishkoman pass, the one of which the spoken so highly. It lay Wakhan ruler had within Yasin territory and Buddulfh had soon exprienced the same sort of trouble that Hayword (had) had in trying to make contect with the Yasin chief ; Pahlawan was engage d on traditional business stalking brother Mulk Aman who was still holed up in the Hindu raj. The invitation from the Mir of Hunza thus came as a welcome, if slightly suspect, distraction. Buddlph would ignore the question of whether already the Dards had guessed the true reason for his presence and would make a round trip, exploring the Hunza vally to Wakhan and returning down the Ishkoman".(This trip was made in August 1876 in Gilgit Bultistan). (Gilgit Gamas,p.90-91)

ڈاکٹر احمد حسن دانی کہتے ہیں کہ

"...the last by Rehman Gul left their grazing ground in the Afganistan Pamir and setteled uper part of Ishkoman Valley and Gilgit ...(p62)
He further added that , "In the Ist century BC when Saka tribes left their previous grazing grounds in pamirs cross in to Ishkoman valley and went dwon to Chilas..."(Histry of North upto 2000.p63)

پس قدیم زمانے میں درہٗ اشکومن واخان، پامیر اور شمالی علاقہ جات کیلئے ایک گزرگاہ تھا جہاں سے اکثر لوگ آتے جاتے رہے ہیں۔ ان ہی میں سے کچھ نے ان وادیوں کو پسند کیا اور یہیں آباد ہوگئے۔ان علاقوں کے بارے جون بڈلف کہتے ہیں:

''یہاں سے کئی راستے اشکومن سے ہوتے ہوئے درہٗ درکوت اور ہندوکش کو عبور کرکے بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہیں اور بڑے بڑے دیہات کے چند کھنڈرات ملتے ہیں اب صرف تین سو افراد پر مشتمل ہے''۔(جون بڈلف، صفحہ نمبر۵۲،۵۱)۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ''جون کے'' یہاں سے گزرے تھے۔
اس زمانے میں ان علاقوں کی آبادی شاید تین سو افراد پر مشتمل ہوگی۔ یہ بات اس لئے بھی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت اشکومن میں اتنے ہی لوگ آباد تھے جس کی تصدیق مقامی لوگ بھی کرتے ہیں۔

جہانگیر بدخشانی کا حملہ

خاندان طرۂ خان کے پانچویں دور حکومت (۱۵۶۱ء تا ۱۵۳۵ء) میں ڈاکٹر حسن دانی کے بقول جہانگیر بدخشانی نے اشکومن کے ان علاقوں پر حملے کئے۔ راجہ شاہ کمال آگے بڑھا اور ان حملوں کو ناکام بنا یا اور جہانگیر کو شکت دی اور چٹورکھنڈ کے قلعے میں ان کو محصور کیا اور قتل کر ڈالا۔ شاہ کمال نے قلعے کو تہس نہس کر ڈالا اور واپس پونیال آیا (صفحہ نمبر ۱۸۲)۔ میں نے اس تناظر میں مقامی بزگوں سے جاننا چاہا تو اس واقعہ پرانہوں نے لاعلمی کا اظہار کیااور ساتھ اس بات پر بھی تعجب کا اظہار کیا کہ حسن دانی نے جس قلعے کا ذکر کیا ہے وہ بالکل صحیح نظر نہیں آتا ہے کیونکہ چٹورکھنڈ میں سرے سے کوئی قلعہ تھا اور نہ ہے ، یہ قلعہ در اصل اشکومن خاص میں تھا ، جس کے بارے کرنل شمبرگ (۱۹۳۳ء) نے بھی تصدیق کی ہے اور لکھتے ہیں کہ

"Ishkoman it self was a small settlement with a fair amount of cultivation around it but it had no claim to distiction .The (famous) fort was ruins".(Between the oxsus and

indus.p81)

ہوسکتا ہے کہ جہانگیر بدخشانی نے اس قلعے پر حملہ کیا ہو اس بات کی مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ چٹورکھنڈ کے مقامی لوگ اس بارے بہت کم معلومات رکھتے ہیں۔ سید احمد علی شاہ جو اس وقت ہائی سکول اشکومن کے ہیڈماسٹر ہیں،اس بارے میں کہتے ہیں کہ اس وادی میں چٹورکھنڈ کے لوگ بیسویں صدی کے دوسرے یا تیسرے عشرے میں آ کر آباد ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کے آنے کے بعد شاید اس قسم کا واقعہ نہیں ہوا ہے یہ واقعات کافی پہلے ہو چکے ہونگے۔(ملاقات اکتوبر ۲۰۰۳ء) میرے خیال میں یہ قلعہ اشکومن خاص ہی کا ہو گا اور یہی اس قسم کا واقعہ ہوا ہو گا کیونکہ اس قلعے کے بارے میں کافی شواہد ملتے ہیں۔ جس کا ذکر اس کتاب میں آگے آ رہا ہے۔

وادی اشکومن میں سنٹرکوٹ کے لوگوں کی آمد

وادی اشکومن کے لوگو ں کا سنٹر کوٹ میں آمد کے بارے میں قیاس آرائیاں بہت مشہور ہیں مقامی لوگ کہتے ہیں کہ ان کے آباواجداد بارھویں صدی میں یہاں وارد ہوئے۔ تاریخ میں اس بارے کوئی شواہد موجود نہیں' تاہم اشکومن کے دس قبائل کے شجرۂ نسب کے مطالعہ سے یہ بات تقریبا صحیح معلوم ہوتی ہے۔مقامی لوگوں کے پاس ان کے قبائل کے دس سے بارہ پشتوں کے نام محفوظ ہیں۔ مورخین نے اس بارے میں کہیں بھی اس علاقے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ صرف ڈاکٹر احمد حسن دانی اس پر یوں رقم طراز ہیں،

"Only a large side valley of Ishkoman had a shina speaking population

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

cancentrated a big village fortless. But also it is siad to have been founded not so large ago by people coming from Chilas.There for it might be concluded that a foregion invader had estraminated the privious population, may be Mirza Hiader or one of his predecessors. In times when the glaciers retreated, the approach from the north is dangeriously inviting to out side adventures. (Histry of North upto 2000.p82)

اس متن میں جس مرزا کی بات کی گئی ہے ان کا دور حکومت ۱۱۲۷ء تا ۱۲۰۵ء ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد یہ لوگ یہاں آ کرآباد ہوئے ہوں۔کیونکہ اس کے بعدراجہ شاہ رئیس خان اعظم ان علاقوں کے دورے پر موسم سرما میں تین مہینوں کیلئے یاسین،کوہٗ غذر اور اشکومن آیا تھا۔ان کی حکومت کا عرصہ ۱۵۲۰ء تا ۱۵۶۱ء کا ہے (شاہ رئیس خا ن کی تاریخ گلگت ،صفحہ ۸۶)۔ بہرحال مقامی بزرگوں اور مورخین میں درج بالا متن پرکافی تضاد پایاجاتا ہے۔مقامی لوگوں کے بقول سنٹر کوٹ کے یہ لوگ چلاس، داریل، چترال، واخان اور استور سے یہاں آکر آباد ہوئے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سب الگ الگ پس منظر اور علاقوں کے

’’وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں‘‘ از محمد جان..

لوگ یہاں اکھٹے کیسے آئے ؟مقامی بزرگ خود غرضانہ طور پر اپنے اپنے آباوا جداد کے سب سے پہلے یہاں آنے کی بات کرتے ہیں جس سے ان کی قبائلی خودستائی نمایاں نظر آتی ہے۔ بہرحال جو بھی یہاں آیا اپنے دوست احباب کیساتھ آیا ہوگا۔ تمام مقامی قبائل کے آباو اجداد کے شجروں کے مطالعے سے کہا جاسکتا ہے کہ ان علاقوں میں لوگ الگ الگ گروپوں میں آئے ہونگے اور یہیں آباد ہو گئے ہونگے۔ان تمام قبائل کے تقریبا آٹھویں پشت سے پہلے کے نام کافرانہ ہیں۔ جنگ و جدل اور قبائلی فساد کے زمانے میں یہ گروہ بھاگ کر یہاں آباد ہوئے ہونگے۔ وقت کے ساتھ ساتھ واخان چترال اورگردونواح کے اسماعیلی علماء(خلیفہ یا پیروں) نے ان کو اسماعیلی فرقے میں لایا ہوگا۔ ان کی قبائلی چال وچلن کا اندازہ ان کے تعمیرکردہ شکار (قلعہ) سے ہوتا ہے جوکہ انہوں نے اپنی دفاع اور حفاظت کے لئے بنایا تھا۔ نمبردار مرزا محمد روایتاً کہتے ہیں کہ’’ ان کے دادا پردادا شاہ میر شوڈوک ظہور اسلام سے چھ سو سال بعد ان علاقوں میں آیا اور غوٹلتی میں آباد ہوئے۔غوٹلتی ایک وسیع عریض جگہ تھی لیکن بعد میں قدرتی آفات اور سیلاب کی وجہ سے یہ علاقہ انسانی آبادی سے خالی ہوگئی اور وہاں سے یہ لوگ سنٹر کوٹ آگئے‘‘۔ اس پس منظر میں مورخین اور سیاحوں کی کتابوں میں الگ الگ مواد ملتا ہے۔ ’’تعارف اقوام چترال‘‘ (۱۹۹۶ء) میں اخونزادہ مرزا فضلِ واحد بیگ لکھتا ہے کہ’’ قوم شودوقے گلگت سے ہجرت کر کے چترال آ کر علاقہ یارخون میں آباد ہوگئے۔ ان میں سے ایک فرد گلگت میں رہ گیا اور ان کی نسل سے یہاں بھی ان کا وجود باقی رہا اور وہ چوریلے کے نام سے جانے جاتے ہیں‘‘(ص۔۲۷۴)۔ موصوف نے اس خاندان کے جد امجد کا نام شاہ میر شوڈگ نہیں لکھا ہے۔لیکن باور کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ بالائی اشکومن یعنی یارخون میں صدیوں پہلے آ کر آباد ہوئے ہیں۔

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حملہ آوروں سے خوف اور شکار کی تعمیر

مقامی بزرگوں کے مطابق وادی اشکومن کے مقامی قبائل نے صدیوں پہلے ایک مضبوط شکار(قلعہ) بنایا تھا جس کے آثار آج بھی اشکومن کوٹ میں موجود ہیں۔اسی جگہ اب سنٹرل جماعت خانہ (اسماعیلی فرقے کی عبادت گاہ)بنی ہے مگر اس کے اردگرد اُس قلعے کے کھنڈرات واضح نظر آتے ہیں۔ اس وقت مقامی ۸۰ یا۷۰ سال کی عمر کے لوگ بھی اس شکار کی شہادت دیتے ہیں۔ سرفراز خان بھی انہی میں سے ایک ہے اس کی موجودہ عمر۹۰ سال کے لگ بھگ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''شکارُ قلعہ گلگت' کی طرح مضبوط اور بلند تھی جو ایک ایسے ٹیلے پر بنائی گئی تھی جہاں بالکل دشمن نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ایک طرف دریا اور پچھلی اطراف پہاڑی علاقہ اور بلند ٹیلے تھے۔شروع شروع میں ۵ سے زیادہ شکار یہاں تھے جو خود میں نے اپنی انکھوں سے دکھا ہیں۔ہم ان پرکھیلتے مال مویشی چرایا کرتے تھے ۔لکڑی کا ایک زبرست مضبوط دروازہ تھا جسے پانچ دس آدمی مشکل سے کھول سکتے تھے۔ شکار پر برجیں بنی ہوئی تھیں۔

سیہ کمان (ایک بندوق کا نام) ان کا ایک بندوق(ہتھیار) تھا اور ساتھ مختلف تلواریں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک تلوار ان کے پاس اب بھی محفوظ ہے۔ قبائلی حملہ آور رات کے وقت ان پر حملہ کیا کرتے تھے۔ یہ شاہ کٹور کے بھگوڑہ شہزادے یا دوسرے قبائلی باغی لوگ ہوتے تھے(جن کو مقامی زبان میں سِی کہتے تھے) جو مختلف وادیوں میں ایک دوسرے پر حملے کیا کرتے تھے۔اس وجہ سے یہ لوگ دن بھر احتیاط سے اپنے گھریلوں اور کھیتوں میں کام کرتے اور شام کو قلعے میں محصور ہو جاتے۔ ان کے نوجوان لوگ پوری رات ڈیوٹی دیا کرتے تھے''۔

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

مقامی لوگ اس طرح کی ایک جیسی کہانیاں بتاتے ہیں۔ ان سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ زبانی روایات نسل درنسل منتقل ہوتی رہی ہیں۔مورخین زبانی روایات اور لکھے ہوئے واقعات کو تاریخ لکھنے کے لئے ایک اہم منبع تصور کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

شکار کی طرز تعمیر

مقامی لوگوں کے بقول یہ شکار (قلعہ)بڑی مہارت اورہمعصر تعمیری انداز میں بنایا گیا تھا۔ شکار سے دریا تک ایک سرنگ بنائی گئی تھی جہاں سے عورتیں اور مرد آسانی کے ساتھ پانی لایا کرتے تھے۔ سرنگ میں روشنی کے لئے چراغ جلائے جاتے تاکہ بحفاظت شکار تک پہنچ سکیں۔ شکار کے ارد گرد خندق کھود دی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے لوگ دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہتے تھے۔اس شکار پر نو برُج بنائے گئے تھے۔ ہر برُج پر سوراخ نما کھڑکیاں لگائی گئی تھی۔ جہاں سے دشمنوں کو دیکھتے تاکہ ان پر آسانی سے فائرنگ یا حملہ کیا جاسکے۔مکعب نما یہ شکار بہت بلند تھے۔اس شکار کے بہت مضبوط دروازے بنائے گئے تھے۔ ان لوگوں کے پاس بارود بھی کافی مقدار میں موجود رہتا تھا اور سیہ کمان نامی ایک بندوق کی مدد سے ہمیشہ دشمن کو آسانی سے نشانہ بناسکتے تھے۔ اس شکار کے حوالے سے بہت سی لوک کہانیاں مشہور ہیں۔ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ اس قلعے کی تعمیر ان لوگوں نے خود کی ہے کیونکہ وہ لوگ چترال اور دیگر علاقوں کے ہنر سے بخوبی آگاہ تھے۔مقامی لوگ چند نام لے رہے ہیں جو ترکھان کا کام کرتے تھے جیسے شابیداد،خداداد،مایون وغیرہ۔ ایسا لگتا ہے کہ یہاں ہنرمند لوگ تھے اور انہوں نے یہ تربیت اپنے آباؤاجداد سے حاصل کی ہوگی۔

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تاریخ کی کتابوں میں ایسے کسی قلعے کا ذکر بہت کم ملتا ہے صرف چند مورخین نے اس قلعے پر اپنی رائے دی ہے مثلاً کرنل شمبرگ اپنی کتاب "Between the oxus and indus" میں لکھتے ہیں کہ

"Ishkoman it self was a small settelment with a fair amount of cultivation around itbut it had no claim to distiction. The fort was ruins".(Between the oxus and indus.p81)

پروفیسر احمد حسن دانی نے بھی اس قلعے کا ذکر کیا ہے۔ اس بارے انہوں نے fortless Village (p.82) کے لفظ پر اکتفا کیا ہے۔ ایک طرف آپ چٹورکھنڈ میں قلعے کا ذکر کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف اشکومن میں کسی قلعے کی موجودگی سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف موجودہ زمانے میں اس وادی میں آئے ہیں جس کی وجہ سے چٹورکھنڈ کے کسی مقامی لوگوں نے شاید ان کو اس طرح کی معلومات دی ہونگی۔محمد اسماعیل تحسین (ستمبر۲۰۰۲ء) نے بھی اس قلعے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ قلعہ چٹورکھنڈ میں واقع ہے۔ چٹورکھنڈ میں ایک چھوتا قلعہ تھا جس کے باقیات اب بھی ہیں۔ قدیم زمانے میں اس قلعے میں بھی لوگ رہتے تھے۔علی مراد اشکومن کوٹ کے قلعے کے بارے میں کہتے ہیں ’’میں نے خود اشکومن کے قلعے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو ۱۹۴۰ء تک خستہ حالت میں موجود تھا‘‘۔ عبی خان (وفات2006ء) سے معلوم ہوا کہ

’’وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں‘‘ از محمد جان...

یہ قلعہ موجود تھا اور وہ لوگ بچپن میں ہمیشہ وہاں کھیلا کرتے تھے کیونکہ قلعہ خستہ حالت میں موجود تھا بعد میں اسے ہٹا کر اُسی جگہ پر یہاں کی جماعت نے جماعت خانہ بنایا جو اب بھی موجود ہے۔ علی مراد کہتے ہیں کہ مہتر پہلوان نامی ایک مہترؔ چترال سے آکر یہاں ایک عرصے تک رہے ہیں۔ تاریخ چترال ازعزیز علی منشی(1870) صفحہ نمبر ۱۴۱ میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں ’’کہ مہتر پہلوان ناگہاں اشقمان کے علاقے کی طرف نکلے‘‘ مگر مزید تفصیلات نہیں لکھی ہے۔ چٹورکھنڈ کے قلعے کے بارے میں ان بزرگوں کو کوئی معلومات نہیں۔ میرے خیال میں یہ دونوں قلعے صدیوں سے یہاں موجود تھے۔ یہ لوگ خود مختار ریاست کے مالک تھے مگر وسائل کی کمی اور حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیشہ چھپے چھپے رہتے تھے۔ ان لوگوں پر حکمرانی مہتر چترال اور والئی یاسین کیا کرتے تھے جن کی تفصیلات اس کتاب میں کئی ایک جگہوں پر دی گئی ہیں۔کرنل شمبرگ نے اس حوالے سے کافی دلچسپ معلومات لکھی ہیں جو اس طرح ہیں۔

"They had been left to themselves with deplorable results , hidden away in a remote valley with no encouragent to better them selves... (Schomberg.p 81)".

چترال کے حکمران اور وادی اشکومن

قدیم چترال کی تاریخ کے مطابق جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں چار شاہی خاندانوں نے چترال پر وقتاً فوقتاً حکمرانی کی ہے۔کالاش قبائل سے لیکر چینی حکمران

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر...............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یا رئیس بیگالے (سلجوق) سے کٹور اور خوش وقتہ تک چترال اور گرد نواح میں کئی ایک حکومتیں رہی ہیں۔ اُن دنوں قبائلی جنگوں اور فسادات کی وجہ سے شاہی حکمرانوں کے شہزادے فرار ہو کر قریب کے علاقوں میں رہتے تھے اور دشمن کی تاک میں ہونے کی وجہ سے ان کی حکومتیں آتی اور جاتی رہتی تھیں۔اس وجہ سے اشکومن میں بھی ان تمام لوگوں کا گزر ہوتا رہا ہے۔بعض یہاں قیام پذیر ہوئے اور بعض محض یہاں خطرے کے دن گزار تے تھے۔خیال کیا جاتاہے کہ اشکومن فیض آباد میں بیگالے قبائل چترال سے بے دخل ہوکر یہاں آباد ہوئے اور ایک شادی میں اچانک ایک چٹان کے گرنے سے وہ تمام ہلاک ہوئے۔ ایک دادی بہوسمیت زندہ رہی اور وہ بھی اشکومن چھوڑ کر یاسین کی طرف نکلی۔ جن کی تفصیلات اس کتاب کے شروع میں دی گئی ہیں۔

سنگین علی ۱۵۷۰ء میں اس جہان فانی سے کوچ کرگئے اور اُس کے چار بیٹے محمد رضا، محمد بیگ، رام اور دوست محمد تھے۔ محمد بیگ لشکر کی امارت و جلالت پر معمور تھے۔ اس کے بعد محمد بیگ کے چار بیٹے ہوئے اُن میں سے شاہ کٹور اور خوشوقت مشہور ہیں۔ خوشوقت کو کوہ غذر، اشکومن اورورشگوم کی حکومت ملی تھی(منشی، عزیز علی ۔صفحہ نمبر۴۴۔۴۵) خوش وقتہ حکمرانوں میں فرامرز شاہ، سلمان شاہ اور گوہر آمان بہت مشہور ہو گزرے ہیں۔ فرامرز شاہ کی حکومت بونجی تک پھیلی ہوئی تھی۔ سلمان شاہ اور گوہر آمان نے بھی بونجی تک کسی نہ کسی طریقے سے حکومت قائم رکھی تھی(عثمان علی، معاشرتی علوم سوئم، صفحہ نمبر۲۴۔ماہانہ میگزین k-2 دسمبر ۲۰۰۱ء)

سلمان شاہ کے عہد حکومت (1823 to 1828) میں اشکومن چترال کی حکمرانی میں تھا۔ اس زمانے کے نمبردار بختی اور رستم بیگ تھے۔ نمبردار میر نبی بھی اس بات پر متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ سلمان شاہ کے وقت ہم والئی یاسین کی حکمرانی میں

تھے۔(ملاقات، ۱۵ ستمبر۲۰۰۳ء) اس وقت مہتر چترال یا والئی یاسین اپنے ساتھ اتالیق،استقال، سرکار، بارہ مشن اور چھربور رکھتے تھے۔اُس وقت مہتر چترال اشکومن میں اپنے نائب کے طور پر ایک استقال رکھتے تھے۔ یہ محاصل زمین، مالیت، راج وغیرہ لوگوں سے حصول کرکے مہتر چترال تک پہنچاتے تھے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ مالیہ وغیرہ چترال نہیں لے جاتے تھے۔ مقامی لوگ اس عہدے پر فائز چند لوگوں کے نام اس طرح دیتے ہیں۔ بختی، کرم بخش،رماضون اورعشر محمد وغیرہ یہ لوگ جسٹرو اور استقال کے نام سے یہاں اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے جو بعد میں نمبردار کہلائے۔ان میں سب سے پہلے کون تھا اس بات پر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہر قبیلہ اپنے دادا پردادا کے یہاں آنے کی بات کرتا ہے لیکن کوئی شواہد موجود نہیں ہیں۔ بزرگوں کے بقول یہاں سالانہ ایک آدمی مہتر چترال کی جانب سے آیا کرتا تھا اور اپنے ساتھ تمام محاصل یا مالیہ لے جا تا تھا۔ اشکومن کے مہتر چترال کی نگرانی میں ہونے کے شواہد کافی تاریخی کتابو ں میں ملتے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر احمد حسن دانی قابل ذکر ہیں وہ اپنی کتاب ہسٹری آف نارتھ کے صفحہ نمبر ۳۰۳ میں لکھتے ہیں کہ:

> " ...these districts remaind under the district of Chitral from 1881 to 1895 AD. After 1895 Chitral proper of the Kator framily was seprated from the Khuswakt tracks of Mestaj, yasin, Kho, Ghizer and Ishkoman"(Dani, Ahmad Hassan,2001

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

p 303).

وادی اشکومن کو چترال اور والئ یاسین سے ۱۸۹۶ء میں الگ کردیا گیا۔ ''چترال کی حکومت کٹور خاندان کے پاس رہی جبکہ مستوج سے لیکر کوہ غذر، یاسین اور اشکومن پر خاندان خوشوقت حکومت کرتا رہا۔ 1896ء میں اشکومن کو یاسین سے الگ کیا گیا لیکن مہتر چترال کی خواہش تھی کہ غذر، اشکومن، یاسین کی گورنری کو موررثی بناکرخوشوقت خاندان کو دیا جائے''۔(آزادی گلگت بلتستان، غلام رسول، 2004ء ص نمبر۳۳،۳۴)۔ ایک مشہور روایت یہ بھی ہے کہ مہتر چترال کا ایک شہزادہ جس کا نام لولو بیگ تھا بعض لوگ اس کو پونیال سے مفرور ایک راجہ کا بیٹا کہتے ہیں جوشھُوٹے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یہاں اشکومن میں ایک دایہ(care taker) کے ہاں تھا اور اُس کو یہاں رہتے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ جب وہ جواں ہوئے توسماجی برائیاں شروع کیں جس کی وجہ سے جہانگیر کو کافی پریشانی تھی۔ کیونکہ ان کے گھر میں ان کی پرورش ہورہی تھی۔ ایک دن شکار کے بہانے ان کوتشکن کے مقام پرلے گئے اس وقت اس نے جب رام چکور کا شکار کیا تو رام چکور کسی سوراخ کے نیچے چلا گیا اُس لڑکے نے بڑی بدتمیزی کی تو جہانگیر نے تلوار سے اُس کا سر کاٹ دیا اور وہ ہلاک ہوگیا ۔ اس بچے کی یہ خبر سن کر اس کی دایہ ماں(جہانگیر کی بیوی) بہت ناراض ہوگئی اور جہانگیر کے گھر کو بارود سے اُڑا نے کی کوشش کی مگر وہ وقت پر گھر کے چھت پر پہنچا اور دادی کو ناکام بنایا۔اس کے بعد گھر کی حالات ٹھیک نہیں رہے اور اس شخص نے اپنی بیوی، بیٹا اور بیٹی کو بھی قتل کردیا۔ اس کی خبر جب مہتر چترال (یا پونیال میں راجے) کو ہوئی تو وہ سخت برہم ہوئے اور اُس دن سے اشکومن کے لوگوں کے ساتھ اس کا

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

رویہ صحیح نہیں رہا اور اُسی دن سے اس نے یہاں استقال اور جسٹرو وغیرہ بھی نہیں بھیجا۔راجہ نے جہانگیر کے دو بیٹوں بیکو اورشمشیر بیگ کو علاقہ بدر کیا بیکو ارکری شاہ گئے اور وہاں کے پیر سے دعائیں اورتائید لیکر دوبارہ اشکومن آگئے جبکہ شمشیر بیگ چترال میں ہی آباد ہو گئے۔ نمبردارمیرنبی کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں چترال سے 'سردار' نامی کٹوے راجہ نے یہاں پناہ لی اورکئی عرصے رہا ۔سردار کا اصل نام کتابوں میں نظام الملک لکھا گیا ہے جو کہ صحیح ہے جس کا تذکرہ اس کتاب میں کیا جا چکا ہے۔

"The sepration of Yasin, Khoh Ghizer and Ishkoman from Chitral in 1895 and Maharaja's partition and disposal of districks among the Governar who were to pay Nazrana to Maharaja..."(Hassan Dani.2000 p303)

والئ یاسین (ورشگوم) اور اشکومن

تاریخ شاہان چترال کے مصنف کے مطابق'' جب کہ اس زمانے ورشگوم پر رئیس بیگالے چترال کی جانب سے ایک ایجنٹ (میر) مقرر تھا۔۔۔ جن بیگالے چترال سے بے دخل ہوکر اشکومن آگئے تو اس میر نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کی بہت مدد کی''(ص۱۶۹)۔ ۱۷۰۰ء سے ۱۸۰۰ ء کے وسط تک گلگت بلتستان میں کئی

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک حکومتیں آئیں۔ایک اور کتاب ”The Story of Gilgit Baltistan and Chitral 2002“ کے صفحہ نمبر۴۰ پر کچھ جغرافیائی نقشے دیئے گئے ہیں جن میں وادی یاسین(ورشگوم) کو Greter Yasin ظاہر کیا گیا ہے ان صفحات پر حکمرانوں اور مذہب کی تبلیغ کے بارے بھی اہم تذکرے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ۱۸۴۰ء سے پہلے یہ علاقے ایک ہی حکمران کے زیرحکمرانی میں تھے۔ اس طرح ایک اور اہم کتاب ”Explorers of the Western Himalayas, 1820-1895“میں Jhon Keay بھی یاسین کو متحدہ یاسین ہی بتاتا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں اشکومن کو ایک اہم درہ اور یاسین کے حکمرانی میں ایک ریاست ظاہر کیا ہے۔ 1824ء میں سلمان شاہ نے گلگت پر قبضہ کیا۔جسے بعد میں راجہ آزاد خان نے شیر قلعہ میں قتل کیا(شاہ رئیس خا ن کی تاریخ گلگت صفحہ نمبر۳۴۲) ۱۸۲۲ء کو تراخانی خاندان کا آخری راجہ عباس قتل ہوا۔ اُدھر پنجاب میں مہاراجہ رنجیب سنگھ کی حکومت تھی۔ 1819ء کو کشمیری لداخ فتح کر نے کے بعد ان کی نظریں گلگت کے علاقوں پرجمی تھیں۔ اِن دنوں گلگت میں گوہر آمان کی حکومت تھی۔راجہ سکندر کی قتل کے بعدکریم خان نے سکھوں سے مدد مانگ لی اور یوں سید تھے شاہ کی قیا دت میں ۱۸۴۲ء کو سکھ فوج گلگت آگئے اور گوہر آمان کو شکست دی۔۱۸۴۶ء کو سکھوں کی پہلی جنگ انگر یزوں سے ہوئی۔ انگریزوں نے سکھوں کوشکست دی۔ ۱۶ مارچ 1846ء کو معاہدۂ امرتسر کے تحت 75 لاکھ نانک شاہی میں کشمیر فروخت ہوا۔

گلگت بلتستان اس معاہدہ میں شامل نہیں تھے تاہم بعد میں لفٹنٹ وینش ایگینو اور لفٹنٹ ینگ وغیرہ نے اِن علاقوں کوبھی بیع شدہ ممالک میں شامل کیا۔

دہقان و کشت و جوئے خیاباں فروختند
قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

۱۸۵۲ء میں گوہر آمان والئی یاسین نے دوبارہ سکھوں اور ڈوگروں پر چڑھائی کردی اور۱۸۵۳ء کو پوپ سنگھ پڑی کے قریب سکھوں کو گلگت سے نکال دیا۔ (عثمان علی، لوگ کہانیاں، ۱۹۹۲ء ص21,22) بہر حال ۱۸۶۰ء کو گوہر آمان وفات پاگئے ۔عزیز علی منشی (۱۸۷۰ء) نے تاریخ چترال کے صفحہ نمبر ۱۱۷ پر تاریخ وفات اور گلاپور ضلع غذر میں دفن ہو نے کا ذکر کیا ہے۔ تمام تبدیلی کے باوجود اشکومن والئی یاسین کی حکمرانی میں تھا۔حسب روایت مالیہ اور محصولات وغیرہ والئی یاسین کو دیاجاتا تھا۔ والئی یاسین کی حکمرانی میں اشکومن ۱۸۲۴ سے ۱۸۹۶ء تک رہا۔ اس تمام عرصے میں اندرونی خلفشار اور خانہ جنگی کی وجہ سے یا سین میں سیاسی استحکام نہیں رہا۔ بھائی بھائی کا قاتل تھا‘ باپ بیٹے کا۔ یوں یہ کھیل ۱۸۹۶ء کو وادی اشکومن سے ختم ہوا۔ (حسن دانی۔۲۰۰۱ء صفحہ 303)

"... In 1896 Iskoman had been seprated from Yasin and placed under a seprate Governar..."
(Hassan,Dani,2000.p326)

اس عرصے کے دوران کبھی شاہ کٹور اور کبھی خوش وقت کی حکومت اِن علاقوں میں رہی اور آخر کار اشکومن کو اِن علا قوں سے الگ کر دیا گیا اور میر علی مردان کو اِن کا گورنر بنا کر یہاں بھیجا گیا۔ اِس کے بعد یہ علاقے مختلف گورنروں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے زیرِنگرانی رہے۔ جون کے نے گلگت گیمز نامی کتاب میں ایک اور پیرایہ لکھا ہے جس میں بھی اشکومن اور یاسین کے تعلق کا پتہ چلتاہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں؛

" Pahlwan of Yasin had treated Biddulph with effrontery tinged with outright; at one point his progress towards the Ishkoman had been barred by eighty armed men . 'A dirty little man with a fierce sirit' was how a subsequent visitor described Pahlawan, adding that he fully dessaved the risk name of the Wrestler. Yet this was the men who controlled not only the Yasin and Ishkoman valleys but also the upper Chitral valley with that ' easily defensible gorge of first rate importence'. (The Gilgit Game, Jone Khey, fith impression 2001 P_96)

ماضی میں حکمرانی کا اپنا ایک انداز تھا۔ جس میں حکمران لوگوں کو کچھ دینے کی بجائے اپنے لئے وسائل پیدا کرتے تھے۔ رعایا کی تعلیم وتربیت اور صحت کے اداروں کا رواج نہ تھا۔ یہ تمام چیزیں حکمرانوں کو بھی شاید میسر نہ تھیں۔

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

'' سرحدوں کی تلاش'' (۲۰۰۸ء) میں لکھا گیا ہے کہ یاسین کے حکمرانوں کے زمانے میں ان علاقوں میں سماجی و انسانی اقدار کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا لوگوں کو غلام بنا کر یا تو فروخت کیا جاتا تھا یا تحفے کے طور پر دیگر علاقوں کے حکمرانوں کو دیتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

''۔۔۔ ایک تندرست و توانا آدمی کی بازاری قیمت ایک سو روپے تھے ایک خوبصورت لڑکی دو سو روپے میں فروخت ہوتی تھیں اور اگر وہ زیادہ نازنین ہو تو اڑھائی سو میں نکل جاتی۔ ایک لڑکے یا ایک لڑکی کی قیمت بہرحال ایک گھوڑے کی قیمت سے کم ہوتی تھی، بالعموم چالیس سے پچاسی روپے میں سودا ہوجاتا تھا۔ ایک بوڑھے آدمی کی قیمت ایک کتے یا گدھے کے برابر ہوتی تھی البتہ بوڑھی عورتوں کے بارے میں نے ان (سردار نظام الملک) سے نہیں پوچھا۔۔۔'' (ص نمبر ۴۷)

اس طرح کی ایک اور روایت اشکومن خاص میں بھی مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ کٹوریہ خاندان کے حکمرانی کے وقت اشکومن کوٹ پر بھی حملے ہوتے رہتے تھے۔ کٹوروں کے زمانے میں چترال اور گرد نواح کے علاقوں میں حکمران اسی خاندان کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات مہتر کی وفات کے بعد ان کی جانشینی جھگڑے کا سبب بنتی تھی۔ مہتر کے درجنوں شہزادے ان کے جانشین بننے کیلئے ایک دوسرے کا تعاقب کرتے رہتے تھے۔ قتل وغارت کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ ایک شہزادہ حکمران بن جاتا تو دوسرا اس کو قتل کردیتے یا شکست کھا کر ان علاقوں سے فرار ہو جاتے تھے۔ اس دوران وہ ہمیشہ ان علاقوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ حملوں

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے دوران وہ لوگوں کو اغواء کرکے ان کے مال واسباب بھی لے جاتے تھے۔ اشکومن پراپر کے لوگ بھی ان کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔

”ایک دفعہ خلیفہ شاہ مراد شکار کے لئے قریبی وادی میں گئے واپسی پر کٹوروں نے حملہ کیا اور ان کے بیٹے کو اغواء کیا لیکن وہ خود اپنے شکار کے گوشت کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔ شاہ مرادنے بٹیلی پل کے قریب تقریباً دس میٹر جمپ لگا کر اپنی جان بچائی“۔(انٹرویوز،ستمبر۲۰۰۴ء)

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے رعایا کی کیا قدروقیمت تھی۔کئی بزرگوں نے انٹرویو کے دوران بھی یہ اقرار کیا کہ بعض اوقات ہمارے گاؤں سے گروپوں کے حساب سے لوگ حکمران اپنے کام پہ لے جاتے لیکن پھر وہ واپس نہیں آتے۔ سیاہ وسفید کے مالک یہ حکمران اسمانی چکی سے بے خبر تھے ان کو یہ شاید معلوم نہ تھا کہ صدیوں بعد بھی ان کی نسل ان کے اعمال کی سزا کاٹ رہی ہوگی ؎

یہ کاروان ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جسکی روا روی میں
(اقبالؔ)

ریاست پونیال اور اشکومن

علاقہ پونیال بھی اپنے تاریخی پس منظر کے لحاظ سے بہت مشہور ہے۔اس علاقے پر بھی وقتاً فوقتاً مختلف خاندانوں کی حکومتیں رہی ہیں۔پونیال اس لحاظ سے بھی اہم علاقہ تھا کیونکہ یہاں سے راستہ گلگت سے چترال اور یاسین تک جاتا ہے۔ گوہر امان ہو یا بعد کے حکمران اس علاقے میں جنگ وجدل طویل عرصے تک

جاری رہی ہے۔خوشوقت اور بروش خاندان کے راجوں نے اس علاقے پر حکمرانی کی ہے۔ اشکومن کے ساتھ پونیال کا تعلق اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ اس علاقے کے شمال میں اشکومن واقع ہونے کی وجہ سے لوگ اور سیاح اس راستے سے واخان تک آتے جاتے تھے۔ ”تاریخ جموں“ صفحہ نمبر۷۰۲ میں مولوی حشمت اللہ لکھنوی لکھتے ہیں کہ” گلگت اور یاسین کے درمیان پونیال کی ریاست قائم ہو نے کے بعد مہاراجہ عظمت شاہ نے علاقہ اشکومن جو کہ علاقہ یاسین کی حکمرانی میں تھا‘ عیسیٰ بہادر کو عطیہ میں دیا۔ پانچ چھ سال کے بعد جب ان کی حکومت ختم ہوئی تو یہ علاقہ دوبارہ یاسین میں شامل ہوگیا۔ اشکومن کی اہمیت اس وقت اس لئے اہم تھی کیونکہ یہاں سے راستہ واخان کو جاتا تھا۔ اس لئے پونیال اور گلگت میں جس کی بھی حکومت ہوتی ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی طریقے سے اشکومن پر بھی ان کا قبضہ ہو تاکہ آسانی سے واخان یا پامیر تک جاسکیں“۔ قدیم دور میں وادی اشکومن کے تعلقات یاسین اور چترال کے ساتھ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر معاملات حکومت وہی انجام دیتے تھے۔ اس لئے اس علاقے پر ان کی ثقافت اور رسم ورواج کا بہت اثر ہے۔علی مردان خان کے بعد علاقہ اشکومن کوصوبے کا درجہ ملا اور مملکت پاکستان کے قیام تک چار گورنر مقرر ہوئے۔ آزادی کے بعد ان علاقوں کوتحصیل کا درجہ ملا۔ درالحکومت گلگت ہونے کی وجہ سے اشکومن کے لوگوں کو پونیال کے راستے آنا پڑا جو کہ آج تک قائم ہے۔ نہ صرف اشکومن کو بلکہ یاسین اور گوپس کو بھی یہ راستہ گلگت تک ملاتا ہے جس کی وجہ سے پونیال کی جغرافیائی اہمیت اور بڑھ گئی۔ضلع غذر کے قیام کے بعد گاہکوچ کو دارالحکومت بنایا گیا یہیں سے اشکومن اور پونیال کےتعلق میں مزید اضافہ ہوگیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انگریزوں کی گلگت ایجنسی اور وادی اشکومن

1889ء کو گلگت میں انگریزوں نے ایجنسی کے قوانین نافذ کردیئے ۔ (گھنسارا سنگھ،۱۹۴۷ء صفحہ ۲۹) 1896ء میں وادی اشکومن کو یاسین سے الگ کرکے صوبہ کا درجہ دیا گیا اور علی مردان شاہ کو گورنر مقرر کیا۔ ہوا یوں کہ ۱۸۶۰ء میں گوہر آمان کی وفات کے بعد ڈوگرہ راج پورے یاسین تک پھیل گیا، مڈوری کے قلعہ میں ڈوگروں نے ہل چل مچادی اور قتل عام کیا جس کی خبر کی رپوٹنگ اخبار لندن ٹائمزاور پانیر میں چھپوائی گئی۔ لفٹننٹ جارج ہیورڈنے نہ صرف خبر چھپوائی بلکہ لارڈ منٹو کو بھی اِس واقعہ کے بارے میں آگاہ کیالیکن بعد میں والئی یاسین میر ولی نے ہیورڈ کو ۱۸۷۰ء میں قتل کرایا۔ (شیر باز علی خان برچہ۔ بروشال رسالہ۲۰۰۰ء صفحہ۵۴) اِس واقعہ کو یہاں لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس غصے میں ڈوگروں نے صرف گوہر امان کا بدلہ لیا بلکہ یاسین تک بھی قبضہ کیا۔ ۱۸۸۹ء میں روس افغانستان اور ہمسایہ ممالک سے حملہ اور خوف کی وجہ سے انگریزوں نے یہاں گلگت ایجنسی قائم کی۔ علی مردان شاہ سابق میر آف واخان وادی اشکومن کا پہلا گورنر بنا کر یہاں تعینات کر دیا گیا اوریوں اشکومن آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ یعنی چترال ویاسین سے آزاد ہوکر انگریزوں کی غلامی میں چلا گیا۔

جیسے احمد حسن دانی S.M .Fraster Resident in Kasmir کے حوالے سے کہتے ہیں کہ

"...the Ishkoman District comprises 12 villages on the both bank of the Kurumber river from its sourse as for as and

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

including the hamlet of *Kushdel* on the left bank and *shachoi nallah* on the right on the restoration of peace in Chitral in 1895 AD it was arrange that the Khuswahat Distric of Yasin, which included the sub-districs of Ghizer and Khoh and at the time the Ishkoman valley also should be severed from Chitral and in future be administrated by Governors appionted and paid ,on behalf of the Kasmir state by the Governor of India through their representative at Gilgit...the Ishkoamn valley was seprated from that distric January,1896 and place under the charge of the present Governor *Mir Ali Mardan Shah* (ex-ruler of wakhan and Son-in-law of the *Mehtor* of Chitral) (Ahmad Hassan Dani (2001) cited S. M. Fraser, p319).

میرعلی مردان خان اشکومن میں انگریزوں کا پہلا گورنر

علی مردان خان واخان کا میر تھا۔ جو ۱۸۸۰ء میں کابل کے حکمران

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر.............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امان اللہ خان سے ذاتی رنجش کی وجہ سے چترال آیا تھا۔مہتر چترال امان الملک کی صاحبزادی سے شادی کی بعدمیں وہاں سے انگریزوں نے اشکومن کا گورنر مقرر کیا ۔(فدا علی ایثار۔صفحہ نمبر۴۷) علی مردان خان اکیلے اشکومن نہیں آئے بلکہ اپنے ساتھ سینکڑوں حامیوں اور وخیوں کو لیکر اشکومن آگئے اس دوران وادی اشکومن میں صرف اشکومن خاص کے لوگ آباد تھے۔تاہم گرد ونواح میں چترال واخان وغیرہ سے چند لوگ اشکومن آتے رہتے تھے۔اشکومن خاص کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے پہلے پوری وادی پراشکومن خاص کے لوگوں کا قبضہ تھا۔پوری وادی ان کی چراگاہ تھی مگر علی مردان راجہ کی پوزیشن لیکر آئے تھے اس لئے ایمیت کی اطراف کی زمینوں پر قبضہ کیا اور اپنے لوگوں کو بھی زمینیں دیں۔مقامی بزرگ کہتے ہیں کہ راجہ صاحب ان کے اپنے فرقے کا تھا۔اس کے باوجود یہاں کے چند لوگوں نے مزاحمت کی جس کی وجہ سے ان کو بونجی جیل میں ڈال دیا گیا۔بعد میں صلح ہوگئی۔ بزرگ یہ بھی کہتے ہیں کہ علی مردان کو پہلے پہل مہمان کی غرض سے تحفے تحائف دے رہے تھے مگر بعد میں انگریز حکومت نے باقاعدہ مالیہ مقرر کیا جو اس مطابق تھی؛

"A British political Agent resides at Gilgit ... they pay an annual tribute to the Darbar... Iskoman Yasin and Ghizer in grin goats and ghi..." (Ahmad Hassan dani cited Ibit pp 110-111)

یوں اس دن سے راجوں کی غلامی کے شکنجے میں پھنس گئے۔ راجگی کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب ذوالفقار علی بھٹونے1972ء میں ایف ۔سی ۔آر۔ کا خاتمہ کیا۔ اس حکومت کے اس نیک اقدام سے یہاں کے لوگوں کی قسمت کا ستارہ چمکنے لگا اور یوں ان علاقوں میں ترقی کی نئی راہیں نکل آئیں تعلیم، سیاحت،معیشت، ثقافت، سماجی ترقیاتی کاموں میں ہر شخص نے حصہ لینا شروع کیا معاشرے میں انسانیت اور مساوات کی جھلکیاں نظر آئیں۔

جو پیش آئے رعایا سے انکسار کیساتھ
تو ہم کو ضد بھی نہیں اہلِ اقتدار کیساتھ

میر علی مردان کے حوالے سے عبداللہ جان(2008ء) اپنی کتاب 'تاریخ دعوت اسماعیلیہ شمالی علاقہ جات' میں راجہ حسین علی خان کا حوالہ دیکر کہتے ہیں کہ علاقہ اشکومن ۱۸۸۴ء کے بعد آباد ہو چکا تھا اور علی مردان واخان سے یہاں پر آئے۔ چونکہ راجہ مہتر چترال امان الملک کا داماد تھا اس لئے موصوف نے اشکومن کا علاقہ بمعہ مالیہ ان کو دیا۔ علی مردان 1924یا 1926ء کو وفات پا گئے۔ راجہ حسین علی خان بھی گوپس سے یہاں آئے تھے اس لئے ان کو بھی یہاں کی تاریخ شاید معلوم نہ تھی۔

میر علی مردان خان کی زندگی پر ایک نظر

میر علی مردان خان افغانستان میں صوبہ بدخشان کے علاقہ واخان کے راجہ تھے۔ ان کے والد میر فتح محمد خان بھی واخان کے میر تھے اور ان کے دادامیر فتح علی خان ۱۸۶۳ء تک اس علاقے کے میر رہ چکے تھے۔میر فتح علی خان کی بیوی میر آف ہنزہ میر غضنفر علی خان(م۔۱۸۶۳ء) کی بیٹی مسمات نسیم خاتون تھی۔علی مردان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خان نے چترال کے مہترامان الملک کی بیٹی سے شادی کی۔۱۸۷۳ء میں بدخشان اور بالائی وادی آمو پر معاہدے کے بعد امیر شیر علی خان نے انہیں واخان کے والئی کے طور پر برقرار رکھا۔ جب امیر عبدالرحمان خان کامیابی کے ساتھ کابل کے تخت پر بیٹھا تو اس نے دوسری ریاستوں کے ساتھ واخان کوبھی فتح کیا اور وہاں کے راجوں کے لئے مزید وہاں رہنا مناسب نہ تھا۔

میر علی مردان خان ایک ہوشیار آدمی تھے اس لئے۱۸۸۰ء کو آپ ہجرت کرکے بروغل کے راستے چترال کے لئے روانہ ہوئے۔ بروغل پہنچ کر اپنے بھائی سربلند خان کے ساتھ جھگڑاہوا اور وہ چین روانہ ہوئے اورعلی مردان چترال جانے کی بجائے اپنے قاضیوں کو وہاں بھیج دیااور خود درکوت کے راستے یاسین پہنچ گئے۔ ان علاقوں میں امان الملک کے بیٹے نظام الملک گورنر تعینات تھے۔آپ نے مہمانوں کی خوب مہمانوازی کی۔اس دوران مہتر چترال نے آپ کو اشکومن کا راجہ مقرر کیا۔ اس کے بعد جب انگریزوں نے گلگت بلتستان کے بیشتر علاقوں میں اپنی عملداری قائم کی تو علی مران خان ان کے پاس گلگت گئے۔

علی مردان کے پاس انگریزوں کی لکھی ہوئی سندتھی جو افغانستان میں جنگ کے دوران انگریزوں کی خدمت کے صلے میں ان کو ملی تھی۔ اس سند کو دکھانے کی وجہ سے انگریزوں نے آپ کو’’میر‘‘ کا خطاب دے کر ان علاقوں کا دوبارہ مستقل اور خودمختار گورنر مقررکیا۔اس کے بعد آپ نے اپنے خاندان کو بھی یہاں لایا اور ایمت میں آباد ہو گئے۔ یوں ایمت اشکومن کا دارلخلافہ بن گیا۔ میرعلی مردان نے اشکومن پر۴۵سال حکمرانی کی۔۱۹۲۴ء میں سالانہ دربار کے لئے گلگت جارہے تھے کہ راستے میں سلپی کے مقام پر بیمار ہوئے اور وفات پائی۔

’’وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں‘‘ از محمدجان..

آپ بہت اچھے انسان تھے۔عقیدتاً اسماعیلی تھے اور ان کی وجہ سے ایمت کی اطراف میں اب بھی اسماعیلی فرقہ کے لوگوں کی اچھی خاصی آبادی ہے۔ان کی وصیت کے مطابق وخیوں نے ان کی میت کو اٹھاکر قلہ پنجہ نامی جگہہ میں دفنایا۔ ان کی اولادنرینہ نہ تھی البتہ ایک بیٹی تھی جس کی شادی یاسین کے راجہ شاہ عبدالرحمان سے ہوگئی تھی' جس سے غلام دستگیرخان پیدا ہوئے۔ (تاریخ عہد عتیق ہنزہ،۱۹۸۰ء، احمدحسن دانی،۱۹۸۹ء۔ کرنل شمبرگ،۱۹۳۵ء۔اے جرنی ٹو بدخشان، ۱۸۸۶ء۔فیضی عنایت اللہ،واخان،۱۹۹۶ء)

ایمت کی اطراف میں وخی قبائل کی آمد

ایمت وادی اشکومن کے اہم علاقوں میں سے ایک ہے۔ راجگی کے زمانے میں ایمت دارلحکومت تھا۔ مقامی بزرگوں اور مورخین کے بقول ۱۸۹۶ء کے بعدعلی مردان خان کے ساتھ ایمت کے لوگ وادی اشکومن میں وارد ہوئے۔ علی مراد صاحب فرماتے ہیں کہ راجہ میرباز خان کے زمانے میں مزیدلوگ یہاں آ گئے جن میں وخی ، گجر ، کرغز وغیرہ شامل ہیں۔لیکن حسن بائے جواس وقت ضلع غذرکےضلعی ممبر بھی ہیں کہتے ہیں کہ’’ علی مردان کی وفات ۱۹۲۴ء کے بعدبعض لوگ واخا ن واپس چلے گئے پامیر سے کرغز اور وخی کافی تعداد میں ایمت وارد ہوئے، خود میرے دادا غلام علی کابل سے یہاں آیا وہ پہلے اسمبر میں رہنے لگے مگر بعد میں بلہنز میں آباد ہو گئے‘‘۔

وخی برادری کے لوگ واخان ہی سے اسماعیلی مذہب کے پیرو کار تھے۔ یہ لوگ بھی پیر ناصرخسروؒ(۳۹۴ھ) کی دعوت پر صدیوں پہلے سے اس مذہب پر عمل پیرا ہیں۔ان کی آبادی آج کل پانچ ہزار سے تجاوز کرگئی ہے۔ بار جنگل سے سوختر

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر...........نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آباد تک ۸۰ فیصد لوگ وخی ہیں'' ۔ ایمت کی اطراف میں اشکومن سے بھی کافی لوگ جاکر آباد ہو چکے ہیں۔اس وقت ایمت انسانی وسماجی گوناگونی کی ایک اہم مثال ہے۔ اس علاقے میں آٹھ علاقائی بولیاں بولی جاتی ہیں۔ لوگ بہت مہمان نواز اور امن پسند ہیں۔تعلیمی اور معاشی حالت پہلے سے بہتر ہے ان کی معیار زندگی میں بہت بہتری آئی ہے ۔ افغانستان اور اطراف میں افیون کی زیادہ پیداوار کی وجہ سے پہلے یہاں کے لوگ اس کا کافی استعمال کرتے تھے۔ اب اس علاقے میں افیون پینے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔گنتی کے چندافراداس بری عادت میں ملوث ہیں۔ ان دنوں بھی زیرزمین چند افراد اس کاروبار میں مصروف عمل ہیں جس کی وجہ سے نئ نسل کے لوگ بھی اس کی زد میں آسکتے ہیں۔ مقامی لوگ اپنی مدد آپ کے تحت حکومتی اداروں اور سماجی تنظیمات کی مدد سے اب اس لعنت سے بچنے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔

چٹورکھنڈ کے قبائل کی آمد

وادی اشکومن تاریخ کے نشیب وفراز سے گزر کرمختلف حملہ آوروں اور سیاحوں کی میزبانی کا شرف حاصل کرتی رہی ہے مگر قدرتی آفات اور دیگر وجوہات کی وجہ سے یہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ۱۸۹۰ء کے بعد سید قبائل نے چٹورکھنڈ کی ارضیات حاصل کئیں اور یہاں سکونت پذیر ہو گئے۔ فدا علی ایثار لکھتے ہیں کہ

> ''سید کرم علی شاہ امام خلیل اللہ ثانی کے وقت ایران میں دعوت کی غرض سے چترال آگئے اور جنل کوچ میں قیام پذیر ہوگئے۔ یاسین برنداس جہاں خوش وقت اول کی

> حکومت تھی، مذہبی دعوت پھیلائی اس کے بعد سید ظہور شاہ نے دعوت کا کام کیا۔ والئی یاسین سلیمان شاہ کے زمانے میں شاہ صاحب کے ان سے تعلقات صحیح نہیں ہوئے ۔ گوہر آمان بھی شاہ صاحب کے حامی نہیں تھے۔ اِن کے فرزند سید باقر شاہ اہل وعیال سمیت یارقند کوچ کر گئے۔ سید شاہ کلانؒ اول کی شہادت کے بعد چترال کے امان الملک کی حکومت کے دوران اِن کے شہزادے سید شاہ کلان ثانی اور شاہ سلامت دوبارہ جنل کوچ آئے۔ وہاں سے دوبارہ برانداس تشریف لائے۔ اُس وقت یہاں میر والی کی حکومت تھی ۔ شاہ کلانؒ ثانی کو برنداس کی جاگیر ملی اور آپ نے ہی چٹورکھنڈ کی ارضیات بھی حاصل کیں۔ گوہرامان سے مذہبی معاملات میں شدید اختلافات کی وجہ سے نالہ اسمبر کے راستے پونیال آگئے اور بعد میں پھر یاسین چلے گئے۔ بہرحال شاہ کلان ثانیؒ ۱۸۹۲ء کو انتقال کر گئے اس کے بعد سید جلال علی شاہؒ چٹورکھنڈ تشریف فرما ہو گئے اس وقت یاسین میں مہتر شاہ عبدالرحمان خوش وقتہ کی حکومت تھی''۔ (شمالی علاقہ جات میں اسماعیلی دعوت، صفحہ نمبر ۳۷تا۴۵)

بہرحال شاہ صاحب کے چٹورکھنڈ آمد کے بعد چترال کے بہت سارے اسماعیلی مذہبی جبر و تشدد کی وجہ سے چترال سے چٹورکھنڈ آگئے اور یہیں آباد ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گئے۔ علی مردان شاہ کی گورنری میں آبادی میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ اِس سے پہلے یہ وادی اشکومن خاص کے لوگوں کی چراگاہ تھی بلکہ پکورہ، بارجنگل وغیرہ میں بھی یہ لوگ کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ پکورہ کے سید قبائل بھی چترال سے اشکومن آگئے ہیں۔ سید مدد شاہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا سید چیرو چترال رچ سے یہاں آیا جہاں مذہبی حالات صحیح نہیں تھے۔ سید احمد علی شاہ ہائی سکول اشکومن کے ہیڈ ماسٹر ہیں وہ بھی چٹورکھنڈ اور سید قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کے دادا سید سلامت شاہ چترال سے چٹورکھنڈ آیا۔ وہ بھی مذہبی اختلافات کی وجہ سے ہجرت کرکے یہاں آیا۔

الغرض تمام قبائل چترال چلاس' کوہ غذر اور یاسین سے یہاں وارد ہوئے ہیں وہاں کے بزرگ کہتے ہیں کہ زیادہ تراسمبر نالے سے یہاں آگئے ہیں۔ پکورہ، چٹورکھنڈ اور اطراف کے اہل و السنّت برادری کے لوگ بھی اس دوران آکر آباد ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ بھی مختلف نسل اور قبائل سے تعلق رکھنے کی وجہ سے یہاں مختلف گاؤں میں آباد ہیں۔ چٹورکھنڈ، برگل اور اطراف میں کافی راجہ خاندان یا ان سے متعلقہ لوگ آباد ہیں جو اس علاقے میں راجوں کے ساتھ آئے تھے۔ دائین کے قبائل بھی بہت پہلے سے یہاں آباد ہیں لیکن اس علاقے میں بھی مختلف نسل اور علاقوں کے لوگ آکر آباد ہوگئے ہیں۔

اعلیٰ بودی اور کوچک کی کہانی

کہانیاں اور واقعات کسی قوم کی تاریخ کی عکاسی کرتی ہیں۔ روزمرہ زندگی میں رونما ہونے والے واقعات ہی مستقبل کی کہانیاں بنتی ہیں۔ یہی کہانیاں قوموں کی زندگی میں عروج و زوال کی داستانیں ہوتی ہیں۔ ترقی یافتہ قوموں نے

نہ صرف اپنی کہانیوں کو محفوظ رکھا ہے بلکہ ان سے وہ عبرت بھی حاصل کر رہے ہیں۔ اب اس زمانے میں میڈیا اور الیکٹرانک ایجادات نے نہ صرف ان کہانیوں کو محفوظ رکھا ہے بلکہ ان کو فلما کر ڈراموں اور فلموں کی صورت میں عوام الناس کے لئے فراہم کردی ہیں۔ وادی اشکومن میں بھی مقامی لوگ ایسی کہانیاں بہت سناتے ہیں جو کم وبیش اس علاقے میں ہی رونما ہوئی ہیں۔

کوچک کی کہانی ان میں سے ایک ہے۔ کوچک ایک نامور شکاری ہو گزرا ہے جس کے قصے آج تک لوگ لوک کہانیوں میں کرتے ہیں۔ اس نے چار سو کیل اور مارخوروں کا شکار کیا۔ اس کے پاس اپنی بندوق نہیں تھی۔ وہ رشتہ داروں اور دوستوں کی بندوق سے شکار کھیلا کرتے تھے۔ وہ شکار کا بڑا شوقین تھا۔ اس لئے ہر وقت ایک بندوق خرید لینے کا مشتاق رہتا تھا۔ وہ اپنے ماموں کے پاس درکوت گیا اور ایک بندوق مانگی۔ اُس کے ماموں کے پاس اُس وقت بندوق نہیں تھی۔ تاہم اُس نے ایک پرانے بندوق کا بیرل دیا۔

اُس زمانے میں اشکومن میں کوئی لوہار نہیں تھا۔ اُس کے ماموں نے درکوت میں ہی ایک لوہار کے پاس جانے کو کہا جو دیسی بندوق بناتے تھے۔ کوچک سیدھا درکوت پہنچا وہ بے چین تھا کہ جلد اس کی بندوق بنائی جائے۔ مگر جس دن وہ وہاں گیا اُسی دن جمعہ شریف تھا۔ لوہار نے اگلے دن بندوق بنانے کا وعدہ کیا۔ کوچک اُس دن اپنے رشتہ داروں کے پاس رہا۔ رات بہت اندھیری تھی۔ کوچک بندوق کیلئے بہت بے چین تھا۔ لوہار کی دکان قریب ہی تھی۔ کوچک نے دیکھا کہ وہاں ایک آدمی رات کو کام کر رہا ہے۔

کوچک بہت خوش تھا کہ کل تک اُس کے پاس بندوق ہوگی۔ وہ رات کی تاریکی میں لوہار کی دکان تک گیا اور دیکھا کہ وہاں ایک عجیب آدمی کام کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہا ہے۔ اُن کا لباس بھی مختلف ہے۔ وہ گھبرا گیا اور سیدھے اپنے رشتہ دار کے گھر چلا گیا۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک روحانی طاقت کی مدد تھی۔اگلی صبح کوچک اور لوہار سویرے سویرے دکان پر گئے لوہار مسکرایا اور کہا کہ آپ ایک خوش قسمت انسان ہیں کہ آپ کی بندوق یہاں تیار پڑی ہے۔

اپنی بندوق لیجیئے یہ آپ کے لئے بنی ہے۔آپ اس کو اپنے خاندان اور ملک وقوم کے لئے اچھی طرح استعمال کریں۔ کوچک بہت خوش تھا کہ اُس کے پاس سونے کی بندوق ہے۔واپسی پر راستے میں وہ شکار کی تلاش کرتا رہا مگر کبھی آپ کو کیل اور مارخور نظر نہیں آئے۔ اچانک ''ہلو جد'' کے مقام پر بندوق نے فائر کر دی اور مارخور کا شکار ہوگیا۔ کوچک بہت حیران تھا ۔ وہ شکار کا گوشت لیکر اشکومن پہنچا اور اسی دن سے اس بندوق سے سینکڑوں شکار کیا۔

اس بندوق کا نام اعلیٰ بودی رکھا گیا۔ کوچک نے اس بندوق کے ذریعے شکار (قلعہ) فائر کرکے کئی ایک دشمنوں کو جہنم رسید کیا۔ یوں وادی اشکومن کے سادہ لوح لوگوں کو اللہ کی طرف سے ایک مدد ملی۔ کوچک کی اس بندوق کو ہنزہ کے ایک گروپ نے چرالیا اور میر آف ہنزہ کو دیدیا۔ کوچک کا پوتا دادا خوشو وہاں گیا تو میر آف ہنزہ جمال خان نے اس کو مطمئن کرکے ایک اور عام بندوق دیدیا۔ سونے کی وہ بندوق آج بھی بلتت قلعے میں محفوظ ہے اور ہزاروں لوگوں کی دلچسپی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ ایسے ہی سینکڑوں کہانیاں بوڑھوں کے سینوں میں قلم وقرطاس کی منتظر ہیں ۔

بندوق اعلیٰ بودی لئے کو چک محوِ صیاد
کیل اور مارخور نشانہ اُنکا ہرن

اس قسم کی کہانیاں اور داستانیں بہر حال اس زمانے کی سماجی اور معاشرتی

زندگی کی عکاسی کرتی ہیں۔ فی زمانہ اس قسم کی کہانیوں کو myths داستان کہا جاتا ہے جو ریسرچ سے ثابت نہیں ہوسکتیں کیونکہ یہ حقائق ہیں جو لوگوں کے سینوں میں ہیں۔ تاہم اس زمانے میں لوگ ان کہانیوں کی مدد سے اس سماج کا کھوج آسانی سے لگا سکتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اشکومن سنٹر کوٹ شاعر کی زبانی

مجھ کو جب آتی کبھی یادِ وطن
برملا دل گھیرتا ہے اشکومن
ہے نہیں تاریخ چمنستان کی
پر نظر آتی ہے یہ پیر کہن
پرُ مسرت پرُ خلوص و یک زبان
دردمند ایسے کہ گویا اک بدن
اپنی دھرتی کی دفاع خود کر تے تھے
لیکر اک بندوق دشمن پر شکن
کہتے ہم اک باغ کے سب پھول ہیں
اک کے مرُجھانے سے سب ہو تے حزن
منشی مسی پال آئے اور کہا
ایک قبیلہ ہے ہمارا اک وطن
جب بہار آ جاتی گلشن میں میرے
رسم 'بھی' پر وہ دکھاتے اپنا فن
ہے کبھی ہنگامئہ رقص و سرور
جن کے دم سے زندہ ہے پو لو کا فن

شام کو مل کر وہ گاتے تھے سبھی
رات بھر ہوتے تھے ہوُھا میں مگن
فکر فردا سے نہ واقف تھے سبھی
تھا نہ یہ معلوم کیا ہے علم و فن
تھا تسالؤ ڈھال موسم کیلئے
ٹوپیاں سر پہ چوغا تھا زیب تن
تھے غریبی میں بھی وہ خوشحال سب
چاق و چوبند اور تھے دلکش بدن
پختہ تر اپنے عقیدے پر تھے سب
تھی محبت زندگانی تھی کٹھن
لیکے ''اعلی بودی'' کوچک محو شکار
مارخور و کیل نشانہ تھا ہرن
ڈوگرہ، سکھ، فوج جب آئی فرنگ
میر علی منصب پہ سالار وطن
کٹ گئے رشتے بھی اب چترال و واخان سے
ہم قفس میں ہوگئے محتاج من
دولت و اقدار و دیں سب کے سب مجروح ہوئے
راجگی کے ظلم میں ہیں مرد و زن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگ ہر رنگ کے آئے دیس میں
ہوگئی اشقومن سے وادی اشکومن
ایف۔سی۔آر کا ہر فرد تھا جانثار
ورنہ حاکم کا حکم مشق ستم
محمد جاںؔ آگاہ نہیں اُس دور سے
ہے نہیں معلوم لوگوں چلن
(محمد جان رحمت جاںؔ ۲۰۰۳ء)

وادی اشکومن میں راجگی نظام اقتدار

انگریزوں کی گلگت آمد اور گلگت ایجنسی قائم کر نے کے بعد اشکومن کو یاسین سے الگ کر دیا گیااور علی مردان شاہ کو وادی اشکومن کا پہلا گورنر مقرر کیا گیا۔ مقامی بزرگ کہتے ہیں کہ مہتر چترال امان الملک نے وادی اشکومن علی مردان شاہ کو جہیز میں دے کرعلی مردان کوجب گورنر بناکر یہاں بھیجا تو اُس وقت یہاں اشکومن خاص میں لوگ آباد تھے اور باقی دو سرے جگھوں میں کوئی آبادی نہیں تھی۔ علی مر دان شروع میں اشکومن کوٹ ضرور گئے تھے مگر وہاں نہ رہنے کی وجوہات یہ تھیں کہ اُن کے ساتھ وخیوں کا ایک بڑا گروہ یہاں آیا ہوا تھا۔اُس وقت ایمت کی زمینیں سب غیر آباد تھیں۔ اشکومن کے لوگوں نے وہاں راجہ کیلئے مکان وغیرہ بنایا اور چندلوگ یہاں سے بھی ایمت چلے گئے۔ اُس زمانے سے ہی ان لوگوں پر راجگی کے تمام قوانین نافذ ہوئے۔ راجہ صاحب کی خدمت کے علاوہ سالانہ مالیہ اور دوسرے لوازمات کی تکمیل میں عوام کا جیناحرام ہوجاتا تھا۔ بزرگ اور عینی شاہدوں کے مطا بق راجہ صاحبان کے گھر کی صفائی سے لیکر اس کے

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

مہمانوں کا خاطر تواضع بھی یہاں کے غریب عوام کے ذمے تھا۔ کھانا پکانا، کاشت کرنا ،دیواریں بنانا،فصلوں کی نگہدشت کرنا،لکڑی لانا، مال مویشی پالنا،گھوڑے اور بیلوں کی نگہداشت کرنا ، راجہ کے گھر کا پہرہ دینا اور راجوں کے مختلف دوروں کے موقع پر انکی صحیح مہمان نوازی کرنا یہ سب کام غریب عوام کی اولین ذمہ داری تھی۔ عثمان علی نے اپنی کتاب'' گلگت کی روگ کہانی'' میں ان تمام واقعات کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ یہی وہ وقت تھا جب یورپ میں ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء میں رائیڈ برادرز نے ہوائی جہاز بنایا جبکہ یہاں کے لوگ علم نام کی کسی چیز سے واقف ہی نہ تھے۔ ادھر کے لوگ جہالت،غربت اور تاریکی میں ڈوبے ہو ئے تھے۔علم وادب کی ترقی اور معیار زندگی میں بہتری لوگوں کی قسمت میں نہ تھی۔ غریب عوام کی بس کی بات نہ تھی کہ وہ راجہ کے کسی بات کو نہ مانتے یا عمل نہ کر تے۔

۱۸۹۶ء سے ۱۹۲۴ء تک ان علا قوں کی گورنری کے فرائض علی مردان خان نے ہی سر انجام دیئے۔ وادی اشکومن کا دوسراراجہ میرباز خان مقرر ہوئے۔ آپ نے ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۴ء تک ان علاقوں میں راجگی کی۔

راجہ میرباز خان بُروشو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے والد عافیت خان پونیال کے راجہ تھے۔ آپ پہلے گلگت سکاؤٹ میں بھرتی ہوئے اورصوبیدار کے عہدے تک فائز رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے۔ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کوچیلاس کا گورنر مقرر کیا گیا۔۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۳ء تک چیلاس میں رہے اور اس کے بعد آپ کو اشکومن کاگورنر مقرر کیا گیا۔۱۹۳۴ء کے بعد آپ کو یاسین کا گورنر مقرر کیا گیا۔آپ ۱۹۴۰ء کوگورنرشب سے بھی ریٹائر ہوئے اور ۱۹۵۷ء کو وفات پائی۔آپ کے دس لڑکے پیداہوئے ان میں سے چند ایمت میں باقی چٹورکھنڈ اور گاکوچ میں آباد ہیں۔ آپ کا ایک بیٹا راجہ محمد علی خان المعروف میرودانہ چٹورکھنڈ میں مقیم

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔آپ نے سرینگر سے ایف۔اے تک تعلیم حاصل کی ہے اور گلگت سکاؤٹ سے ریٹائر ہونے کے بعد ڈائمنڈ جوبلی اسکول کے انسپکٹر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ ان سے ملاقات تو ہوئی لیکن اپنی تاریخ کے بارے میں کوئی خاص معلومات نہ دے سکے۔ (ملاقات،جنوری ۲۰۱۰ء) مقامی ایک بزرگ عمی خان صاحب کہتے ہیں کہ میں پہلے پہل راجہ کے ساتھ باڈی گارڈ تھا اور بعد میں لیوی کے عہدے پر خدمات سرانجام دیں۔ میرباز خان راجہ کے دور میں ان علاقوں میں کافی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس کے دورحکومت میں یہاں بہت سے مہاجرین آگئے اور وادی اشکومن کی آبادی میں کا فی اضافہ ہوگیا۔ اس کے دورحکومت میں بھی رعا یا کی حالت میں کو ئی تبدیلی نہیں آئی۔ میرباز خان کے وفات کے بعد راجہ حسین علی خان یہاں کا گورنر مقرر ہوا۔ آپ نے ۱۹۳۴ء سے ۳۸ ۱۹ء تک یہاں گورنری کی۔آپ باباجان کے نام سے مشہور تھے۔آپ کے عہدحکومت میں بھی کوئی خاص یا قابل ذکر تبدیلی نہیں آئی۔ بابا جان کی وفات کے بعد سلطان مراد خان(خوش وقتہ) المعروف ُفلک یہاں کا گورنرمقررہوا۔آپ نے ۳۸ ۱۹ء سے ۱۹۵۱ء تک یہاں گورنری کی۔ آپ کے زمانے میں یہاں صرف ایک پرائمری سکول قائم ہوئی (۱۹۴۱ء) وادی اشکومن میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کاوش تھی۔ راجہ صاحب نے اس سکول کے حوالے سے زیادہ خوشی کا اظہار تو نہیں کیا لیکن لوگوں کو اس میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ضرور دیدی۔ ؎

موت کے آ ینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

وادی اشکومن کے چند نوجوانوں نے اس طرف توجہ دی لیکن غربت و

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

افلاس کی وجہ سے کوئی خاطرخواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ اس سے پہلے یہاں کے لوگ اسلامی تعلیم خلیفہ صاحبان سے حاصل کر رہے تھے۔مقامی لوگوں سے جب یہ سوال پوچھا گیا کہ اس سکول میں آپ لوگوں نے پڑھا کیو ں نہیں؟ تو سخی مراد صاحب کا جواب تھا کہ ؎

ہو ا کے دوش پہ رکھے ہو ئے چراغ تھے ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکا یتیں کیسی؟

سلطان مراد کی حکومت کے دوران بھی یہاں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ غربت وافلاس میں مزید اضافہ ہوا۔ ذرائع آمدرفت ،طب، صاف پانی اور دوسرے شعبوں کے بارے میں لوگوں کوعلم ہی نہیں تھا۔ رعایا کی خون کی کمائی اور مالیہ لیکر ایک پرائمری سکول کا قیام کوئی خاص معنی نہیں رکھتا تھا ؎

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبرٗ یہ حکومت
پیتے ہیں لہوٗ دیتے ہیں تعلیم مساوات

سلطان مراد خان کی گورنری ابھی شباب پر تھی کہ ہمسائے میں اسلامی حکومت مملکت پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ شمالی علا قہ جات کی بہادر افواج اور عوام نے ڈگروں اور سکھوں کے خلاف جہاد کیااور اس علاقے کو بھی آزاد کر ایا اور اس کا الحاق مملکت پاکستان کے ساتھ کر دیا۔ اس کے باوجود وادی اشکومن سمیت کا فی علا قوں کو راجوں کی حکمرانی میں ہی رکھا گیا۔ ۱۸۹۶ء سے ۱۹۴۷ء تک ان علاقوں میں چار راجوں کی گورنری رہی۔ آزادی کے بعد بھی وادی اشکومن میں ۱۹۷۲ء تک ایف سی آر کے قوانین نافذ رہے۔ اس دوران ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۲ء تک راجہ سلطان غازی یہاں کا گورنر رہا۔آپ کی گورنری میں بھی یہاں کوئی خاص

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترقیاتی کام نہیں ہوئے۔۱۹۷۲ء تک یہاں چند پرائمری سکول قائم ہو چکے تھے۔ ذرائع آمدو رفت کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ جب غذر ضلع بن گیا تو یہاں کافی ترقیاتی کام ہو نا شروع ہوگئے (معمار وطن ، ۱۹۹۶ء)۔

کہاں قاتل بدلتے ہیں' فقط چہرے بدلتے ہیں
عجب اپنا سفر ہے' فاصلے بھی ساتھ چلتے ہیں
ہمیشہ اوج پر دیکھا مقدر ان ادیبوں کا
جو ابن الوقت ہوتے ہیں ہوا کے ساتھ چلتے ہیں
ہم اہل درد نے یہ راز آخر پالیا جالبؔ
کہ دیپ اونچے مکانوں میں ہمارے خُوں سے جلتے ہیں
حبیب جالبؔ

انگریزوں کی حکومت کا طریقہ کار

انگریزوں کی حکومت کے دوران گلگت ایجنسی کا سب سے بڑا سیاسی حاکم پولیٹیکل ایجنٹ کہلاتا تھا۔ جس کا عہدہ ڈپٹی کمشنر کے برابر تھا اور اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ ہوتا تھا جس کے ماتحت پولیٹیکل علاقہ جات گوپس، یاسین اور اشکومن کے حاکم گورنر کہلاتے تھے۔ ان کو انگریز سرکار مقرر کرتی تھی اور یہ لوگ تنخواہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جب تک ان کی کارکردگی اچھی ہوتی توانکو اِن کے عہدوں پر برقرار رکھا جا تاتھا۔ یہ اپنے اپنے علاقوں کا مالیہ جمع کر نے کے پابند تھے۔(ڈاکٹر ناموس،۱۹۶۱ء ۔صفحہ نمبر۶) اِن علاقوں کے گورنر انگریزوں کے اشاروں پہ چلتے تھے۔ راجہ صاحبان بھی زیادہ اختیارات کے مالک نہیں تھے۔ ڈاکٹر احمد حسن دانی لکھتے ہیں کہ گورنرز صرف لیوی سٹاف کے لیڈرز کی حیثیت رکھتے تھے۔ اِن کی

حکمرانی میں تعلیمی ادارے ہسپتال، سڑک، پُل وغیرہ وادی اشکومن میں کہیں نظر نہیں آتے سوائے ۱۹۴۱ء کو ایک پرائمری سکول کا ذکر کے۔حسن دانی نے ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے اعدادوشمار میں ظاہر کیا ہے (حسن دانی۔۲۰۰۰ء صفحہ۴۰۹۔۴۰۴)۔ ڈوگرہ راج کے زمانے میں وادی اشکومن فرنٹیر علاقہ جات میں شامل تھا۔ یہ وزیر وزارت گلگت اور انگریز پولیٹکل ایجنٹ دونوں کے ماتحت ہوتے تھے۔ پولیٹکل ایجنٹ کا کام بیرونی حکومتوں سے تعلقات کی نگہداشت تھا (ڈاکٹر ناموس صفحہ ۱۱)1878ء سے 1947ء تک گلگت ایجنسی میں 26پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہوئے ان میں سے پہلالیفٹننٹ کرنل جون بڈلف (1978 تا 1881) سپیشل ڈیوٹی پر مقرر ہوا تھا۔ اور آخری پولیٹکل ایجنٹ Lt.co.R.N.Bacon.,O.B.E. تھا اس کے بعد آخری مہاراجہ کشمیر کا نمائندہ برگیڈیر گھنسارا سنگھ صرف چار مہینے تک یہاں رہا۔ اسی دوران پاکستان وجود میں آیااور وہ گرفتار ہوئے (ڈاکٹر حسن دانی ہسٹری آف نارتھ صفحہ نمبر 312,313)۔

آزادی میں غلامی کا دور

انگریزوں اور ڈوگروں کی حکمرانی کے دوران یہاں کے لوگ غربت و جہالت کی زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے بعد برصغیر ہند میں مملکت خداداد پاکستان وجود میں آ گیا۔ ادھر شمالی علاقہ جات کے لوگوں میں بھی بیداری اور آزادی کا شوق جنم لینے لگا۔ اس وقت بونجی میں چھٹی کشمیر انفنٹری کی سرکردہ کمپنی کی کمان کیپٹن حسن خان کے ہاتھ میں تھی۔اِدھر مہاراجہ ہری سنگھ کی سالگرہ کے دن قریب تھے۔ ۳۱اکتوبر اور یکم نومبر 1947ء کی درمیانی شب کو میجر براؤن لیفٹننٹ حیدر خان اور صوبیدار میجر بابر خان کی سرکردگی میں فوج نے بریگیڈئیر گھنسارا سنگھ کو گرفتار کرلیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(گھنساراسنگھ، گلگت 1949 سے پہلے ،صفحہ 52 تا57) مقامی لوگوں اورگلگت سکاوٹ کے بہادر جوانوں نے ڈوگرہ اور انگریز حکومت کا خاتمہ کردیا اور راجہ شاہ رئیس خان کی قیادت میں یکم نومبر 1947ء کو جمہوریہ گلگت کا اعلان کیا۔ ۱۶نومبر تک گلگت ایک آزاد اور خودمختار ریاست قائم رہی۔

یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہو گا اس کا امتحان کب تک
شبلی نعمانیؔ

شمالی علاقوں کے مسلمانوں کی یہ دِلی خواہش تھی کہ ارض شمال بھی پاکستان میں شامل ہو۔ لہٰذا قائداعظم کوان علاقوں کی شمولیت کی درخواست دی گئی جس کے نتیجے میں پاکستان کے صوبہ سرحد سے سردار محمد عالم پہلا پولیٹیکل ایجنٹ بن کر گلگت تشریف لائے اور شمالی علاقہ جات کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہوگیا۔ (عثمان علی 2000) اس آزادی کی جنگ کے دوران وادی شکومن کے نوجوانوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان مجاہدین کے نام یہ ہیں؛

''صوبیدار خوش بی خان،صوبیدار شادم خان، نائیک عرب خان، نائیک خستہ خان ، نائیک نیت جان، نائیک ڈوش، نائیک رحمت شاہ ،سپاہی مراد علی شاہ، سربلی خان،فرات خان،سپاہی غیب علی شاہ شہیدالمعروف چوکئی (اشکومن خاص)سپاہی فرات خان(برتھ)نائیک حاری تم خان (کِشکِش)،سپاہی زرخان(ایمت)،سپاہی علی مددخان (شونس)،حوالدار ہمت (چٹورکھنڈ)،صوبیدار بیوغ (دائین)

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

،نائب صوبیدار مراد(دائین)،حولدار دوستان شاہ،نائیک رحمان (چٹورکھنڈ) ،جمعدار نوراللہ (شُلجہ)، نائیک جان شریکی(کوچدہ)، سپاہی مرزامراد(دائین)،سپاہی یُوسف (دائین) سپاہی میرحوس دائین، نائیک سید شرافت شاہ (پکورہ)سپاہی نگہبان شاہ(دائین)سپاہی مرسدبیگ (برتھ) ''۔

وادی اشکومن کے ان بہادر سپاہیوں نے دوسرے مجاہدین اور شہیدوں کی طرح بہت بڑی قربانیاں دیں۔حکومت پاکستان یا مقامی حکومت کی جانب سے ان کو کوئی خاص مراعات بھی نہیں ملیں اور نہ ہی ان کے بچوں کو سرکاری مراعات یا تعلیم وتربیت دی گئی۔

غازیان حق کی دنیا میں نرالی شان ہے
لب پہ نام اللہ کا اور ہاتھ میں قُرآن ہے
سر بلند پرچم رہے گا چاند تاروں کی قسم
جب تلک قائم صبا یہ عالم امکان ہے
دل میں ہے مستُور عشق مُصطفی حُب علّیؔ
لب پہ پاکستان' پاکستان' پاکستان ہے

گلگت بلتستان کے لوگوں نے اس طرح اوروں سے آزادی تو حاصل کی مگر وادی اشکومن جو پہلے پولیٹیکل علاقہ جات میں ایک گورنر کی نگرانی میں تھی اور بعد میں ڈوگرہ راج کے زمانے میں فرنٹیر علاقہ جات میں شامل رہی۔ یہ وزیر

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وزارت گلگت اور انگریز پولیٹیکل ایجنٹ دونوں کے ماتحت ہوتی تھی (شینا اور گلگت ڈاکٹر ناموس صفحہ ۳۰) آزادی کے بعد بھی وادی اشکومن میں FCR نافذ رہا۔ راجہ صاحبان حکمرانی کی مستی میں جو چاہے کرتے تھے ۔ظلم کی انتہا تھی تعلیم حاصل کرنا، روزگار ،صحت اور ذرائع آمدرفت ان لوگوں کی قسمت میں نہ تھے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو اپنی زندگی میں ان علاقوں کادورہ کرنا ممکن نہ ہوا۔ ستمبر 1949ء کو خان لیاقت علی خان گلگت کے دورے پر آئے اس نے ان علاقوں سے حُکمی خرید اور ریس وغیرہ ختم کی مگر FCR قائم رکھا۔

1950ء میں گورنر سرحد کی سفارش پر گلگت ایجنسی کا کنٹرول وزارت امور کشمیر کو منتقل کیا گیا۔ خواجہ نظام الدین نے 1950ء میں گلگت کا دورہ کیا مگر وادی اشکومن کے عوام اب بھی غلامی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ 1952ء میں گورنر جنزل محمد علی بوگرہ گلگت تشریف لائے اور جنزل محمد ایوب نے شمالی علاقہ جات میں شاہراہ ریشم بنواکر بڑا احسان کیا۔ 1964ء میں حق رائے دہی کے تحت یونین کونسل وغیرہ بنے (عثمان علی 1992ء) وادی اشکومن کے عوام آسمان سے گرے کھُجور میں اٹکے اپنی تقدیر پر آہیں بھرتے رہے۔ آخر کار ذوالفقار علی بھٹووزیراعظم پاکستان بن گئے۔ وادی اشکومن کے عوام اپنے طور پر کافی سرگرم تھے مگر مجبور بے کس عوام راجاؤں کے دلدل میں پھنس چکے تھے ۔ وادی اشکومن کے عوام اب اپنی منزل کے قریب پہنچے تھے کہ ذولفقار علی بھٹو ان کے لئے آزادی کی نعمت عظمیٰ لے کر آگئے۔ یکم نومبر 1972ء کو یاسین، پونیال اور اشکومن سے FCR (فرنٹیرز کرائمنر ریگولیشن) کی منسوخی کا اعلان کیا ؎

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام ونشان کب تک
چراغ کشتئہ محفل سے اُٹھے گا دھواں کب تک
شبلی نعمانیؔ

اس اعلان سے نہ صرف عوام کو آزادی ملی بلکہ ان علاقوں پر مشتمل ایک ضلع بنایا جس کا نام غذر رکھا گیا۔ غذر دراصل گوپس سے آگے شندور کی طرف کے علاقوں کو کہا جاتا تھا لیکن اس اعلان کے بعد یہ نام پورے علاقے کی نمائندگی کرنے لگا۔ راجگی کے نظام کی کرسی عرش سے فرش پر گرگئی۔ ان کے دربار میں خزاں چھا گیا اور خزاں کے پتوں کی طرح وہ اب ہر ایک کے سامنے خاک چھان رہے تھے۔

؎

ڈوبتی ہے کس طرح منجدھار میں ظالم کی ناؤ
کس طرح ہو تا ہے مظلوموں کا بیڑا پار دیکھ

ضلع غذر اور وادی اشکومن

صدیوں تک کی نشیب و فراز سیاسی منظر نامے کا امتحان 1972 میں ختم ہوا اور وادی اشکومن ضلع غذر کی ایک تحصیل بن گئی۔ ترقیاتی کاموں کا آغاز ہوا۔ ابھی آزادی کی مستی اورنمو کے جوش میں ضلع غذر پھلنے پھولنے لگا تھا ہی 1978ء میں جنزل ضیا الحق نے ضلع غذر کو ختم کردیا اور پھران علاقوں کو ضلع گلگت میں شامل کردیا اور یوں تاریخ ایک نئے دھارے پر پہنچ گئی۔ وادی اشکومن ایک بار پھر ہیڈ کواٹر سے ہزاروں میل دور رہی ۔ گیارہ سال بعد دوبارہ پیپلز پارٹی کی حکومت آئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوروزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے اس ضلع کو 16 نومبر 1989ء کو دوبارہ بحال کردیا۔ غذر کی رونقیں دوبارہ بحال ہوئیں اور یہ ضلع ایک بار پھر نئے سرے سے ترقی کی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ الحمداللہ۔ (عثمان علی۔گلگت کی روگ کہانی،صفحہ۲۰۰) اس تاریخی فیصلے کے بعد غذر میں بھی نظام حکومت دیگر گلگت بلتستان کے علاقوں کی طرح جاری و ساری ہے۔ بد قسمتی سے وادی اشکومن کی سیاسی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ جو صرف اپنے لئے سیاسی پوزیشن کو آمدن کا ذریعہ بنا چکے ہیں۔ جمہوری اقتدار کے برعکس شخصی آمریت اس علاقے کی پسماندگی کا باعث ہے۔ جمہوریت کی چار دہائیوں میں اس علاقے میں صرف ایک ہی شخصیت نے نظام حکومت سنبھالا ہوا ہے۔ شیرقلعہ سے بورتھ تک دریا کے اوپر لکڑی کے پل، کچی سڑک اور نام نہاد ہائی سکول اس اقتدار کی ایک مثال ہے۔

وادی اشکومن میں تعلیمی ارتقاء

زندہ قوموں کو ان کی تعلیم وتربیت سے پہچانا جاتا ہے۔ یونانی فلسفی ارسطو کا قول ہے ”تعلیم ایک ایسا عمل ہے جو ایک صحت مند دماغ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے“۔ بیسویں صدی کے مفکر ڈیوی کا کہنا ہے کہ ”تعلیم فرد کی ان صلاحیتوں کی نشوونما کا نام ہے جس سے اسے اپنے ماحول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے اور اپنے پوشیدہ امکانات کودریافت کرنے میں مدد ملتی ہے“۔ ماہرین کی ان باتوں سے تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔لیکن وادی اشکومن میں جہالت وغربت کی وجہ سے ہماری تاریخ تک محفوظ نہ رہی۔ راجہ لوگ راجگی اور مالیہ وغیرہ اکھٹا کرتے رہے۔ لوگوں کے خون کی کمائی کھا کھا کر اپنی حکمرانی کا تاج بلند کرتے

رہے مگر رعایا کی تعلیم وتربیت پر توجہ نہ دی۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ 1947ء تک وادی اشکومن میں شرح خواندگی ایک فیصد بھی نہ تھی۔ سارے لوگ خط لکھوانے اور پڑھوانے کے لئے منشی سلطان پناہ ساکن ایمیت کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ اس دوران ایمیت جاتے ہوئے کافی لوگ دریا کی نذر بھی ہوگئے۔ 1922ء میں آغا عبدالصمدؒ نے وادی اشکومن کا دورہ کیا اور لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی مگر یہ ان کے لئے بھینس کے آگے بانسری بجانے والی بات تھی کیونکہ تعلیمی ادارے سہولیات اور یہاں کے لوگ پیسہ نام کی چیز سے واقف نہ تھے ۔ 1924ء کو مشنری (پیر) سبز علیؒ نے ان علاقوں کا دورہ کیا اور وادی کی جماعت کو تعلیم کی طرف راغب کرانے کی سعی فرمائی۔ (فداعلی، ایثار ہنزوی)۔ راجہ صاحبان کے زمانے میں یہاں کوئی سکول وغیرہ نہیں تھے۔ خود راجہ لوگ بھی پرائمری یا اکثر ان پڑھ ہوتے تھے رعایا کا تعلیم یافتہ ہو نا دور کی بات تھی۔ لوگ تعلیم کے نام سے واقف بھی نہیں تھے۔ کالی لکیروں کو دیکھ کر پڑھنے والوں کو جادو گر سمجھتے تھے۔

اسی اثناء میں وادی اشکومن میں اسماعیلیوں کے روحانی پیشوا ہز ہائنس سر سلطان محمد شاہؒ نے 1940ء کو آل انڈیا ریڈیو سے پہلی مرتبہ فرمان کے ذریعے لوگوں کو تلقین کی کہ ”اپنے بچوں کو انگریزی اور یورپی زبانیں سکھانے کی کوشش کرو اور جسمانی حفظان صحت کا خیال رکھو“۔ اس فرمان کے ساتھ آغاخان سوئم نے 12ہزار سالانہ عطیہ دینے کا اعلان کیا۔ ان میں سے آٹھ ہزار سکولوں کے لئے اور باقی چار ہزار گلگت اور گرد ونواح کے مستحق طلباء کے لئے بطور وظائف دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے فوراً بعد ۴۸۔۱۹۴۷ء میں اشکومن سنٹر کوٹ میں ڈی۔جے۔ اسکول کا قیام عمل میں آیا اورمیر احمد خان نامی ایک استاد ہنزہ سے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ لوگ حیران و پریشان ہوئے مگر بعض نے وہیں سے علم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا دامن تھامنا شروع کیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ ٹیچر چلے گئے اور راجہ عافیت خان یہاں تشریف لائے اور وادی اشکومن میں درس وتدریس کا آغاز ہوا۔ راجہ عافیت خان وہ پہلے آدمی ہے جنھوں نے یہاں کے لوگوں کو زیورتعلیم سے منور کیا۔ آپ نے نہ صرف دنیاوی تعلیم دی بلکہ دینی تعلیم کے سلسلے میں بھی آپ کی خدمات قابل تعریف ہیں۔ آپ نے اپنی وفات تک بحثیت خلیفہ اور استاد یہاں کے لوگوں کی خدمت کا سلسلہ اپنے لئے اعزاز کے طور پر جاری رکھا۔ جس کی وجہ سے لوگ اس نعمت عظمٰی کی دولت سے سرفراز ہوتے گئے۔ آزادی کے بعد یہاں گورنمنٹ پرائمری سکول کے بارے میں راجہ کے پاس گئے اور اس سے مشورہ لیا توانہوں نے ٹال مٹول کیا لیکن بعض لوگ وہیں سے تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔

اشکومن،ایمت، چٹورکھنڈ کے گورنمنٹ سکولوں کا قیام 1950ء کے بعد عمل میں آیا۔ اس کے بعد 1956ء میں چٹورکھنڈ میں آٹھویں کی کلاسیں چل رہی تھیں۔ یہی سے AKES'P اورمختلف NGO'sکے زیرنگرانی اسکولز قائم ہوتے رہے اور لوگ آہستہ آہستہ زیورعلم سے آراستہ ہوئے۔ آج وادی کے طول وعرض میں سینکڑوں سکولز بنی نوع انسان کی تربیت کے لئے اپنے دروازے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ 20 گورنمنٹ سکول16 سوشل ایکشن پروگرام کے سکول اور 20 ڈی۔جے سکولوں کے علاوہ پرائیوٹ سکول بھی شامل ہیں۔ تحصیل اشکومن میں چار ہائی سکول(زمینی حقائق کے مطابق صرف دو ہیں ایک گورنمنٹ ہائی سکول پکورہ اور دوسرا آغاخان ڈائمنڈ جوبلی ہائی سکول پکورہ باقی ماندہ نام نہادہیں۔ ان میں کوئی سٹاف اور دیگر تعلیمی سہولیات موجودنہیں) چھ مڈل سکول جن میں کیمونٹی سکول وغیرہ بھی شامل ہیں کام کر رہے ہیں اورشرح خواندگی نئ نسل میں تقریباً 90 فیصد سے زائد ہے۔سینکڑوں طلباء نے ماسٹرز کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ 50سال کے عرصے

’’وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں‘‘ از محمد جان..

میں یہ انقلاب سے کم نہیں۔تعلیم و تربیت کی وجہ سے ان علاقوں میں روزگار کے کافی مواقع میسر آئے ہیں جو اس علاقے کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

زبانیں

وادی اشکومن کے لوگ مختلف جگھوں سے ہجرت کرکے یہاں آباد ہوئے ہیں اس لئے ان لوگوں نے اپنے ساتھ اپنی زبانیں بھی یہاں رائج کیئں۔ وادی اشکومن میں بار جنگل سے بورتھ تک وخی بولی جاتی ہے۔ یہ لوگ بدخشان واخان سے آئے ہیں۔ اشکومن پراپر میں شینا بولی جاتی ہے شینا آریانی زبانوں، ھندایرانی لسانی گروہ کی زبان ہے۔’انڈس کوہستان‘ از رازول،صفحہ 20میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

" Only a large side of Ishkoman had a shina speaking population cancentrated a big village fortless..."
(Hassan Dani, 2001)

پکورہ، چٹورکھنڈ، دائین میں کھوار زبان بولی جاتی ہے۔ تاہم اس وادی میں گجر قبیلے گجراتی اور بروشو قبائل بروشسکی زبان بولتے ہیں۔ وادی میں اردو زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔تعلیمی اداروں میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ وادی میں بہت زیادہ زبانوں کی وجہ سے اب یہاں کے لوگ کافی زبانیں بولتے اورسمجھ سکتے ہیں۔ تمام مادری زبانیں ہو بہو اسی لہجے میں

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر...............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں بولی جاتی ہیں۔ ان زبانوں کے الفاظ کے ذخیرے میں کمی آرہی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی اصل شکل مجروح نظر آتی ہے۔

علاقائی زبانوں میں شاعری اکثر نئی نسل کے جوان لوگ کرتے ہیں مگر اس کو صحیح معنوں میں ترقی نہیں دے پاتے ہیں۔ پرانے زمانے کے چند گیت یہاں پوری وادی میں مشہور جن میں یورمس بیگم، عشر جان، پرمس آمین، آمان کی شاعری، گل لال، وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ شادی بیاہ اور دوسرے موقعوں پر لوگ ان گیتوں کو خوب بزم کے ساتھ گاتے ہیں اور علاقائی ڈانس ہوتا ہے جس میں لوگ ان گیتوں کو موسیقی کے ساتھ گاتے ہیں۔

ذاتیں اور قبیلے

ذات اور قبیلوں کے حوالے سے اسلام کا موقف واضح اور قابل غور ہے جیسا کہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے؛

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ
شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اَتْقٰكُمْ ط (القرآن سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

ترجمہ: ''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرسکو، اور اللہ کے نزدیک تم میں سب سے افضل وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے''۔

دوسرے ادیان اور قوموں میں بھی اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ البتہ

مختلف جغرافیائی، سیاسی اور لسانی وجوہات کی وجہ سے بعض اوقات ذاتوں اور قبیلوں میں تصادم بھی ہوتا ہے۔طاقتور کمزور قوموں کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگتے ہیں اور اس لحاظ سے ان کو طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ گلگت بلتستان میں بھی قدیم زمانے سے مختلف وجوہات کی وجہ سے یہاں کئی قومیں حکومت میں رہے اور دوسرے ذاتوں یا قوموں کا اتصال کیا۔

وادی اشکومن اور شمالی علاقہ جات میں مورکرافٹ، وائن آتھر، لنٹر، ڈیورنڈ، بڈلف اور ان کے ہمعصر لوگوں نے ان علاقوں میں ذات پات کی بڑی بڑی داستانیں رقم کی ہیں۔ کارل جمسٹار لکھتے ہیں کہ

"The population was organised into four Castes Shins, Yaskuns, Kamins, and Doms. Since a very early time may be according to a model taken from neighbouring were Hindyism was still prevalated."

(کارل جمسٹار ،۱۹۸۰ء ۔بلور انیڈ درستان لوگ ورثہ اسلام آباد صفحہ٦)

اس کتاب میں کئی ایک مواقع پر یہ بات بتا دی گئی ہے کہ وادی اشکومن میں نسلی گوناگونی اور تکثیریت کی وجہ سے لوگوں کے کئی ایک قبیلوں سے رشتہ ہے۔ واخان، چترال، داریل، چلاس، استور، یاسین،کرغز،ہنزہ اور گردنواح کے لوگ یہاں آباد ہیں ۔اس لئے ان قبائل کی ذات اور ان کا تاریخی پس منظر بہت مختلف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔ اس وادی میں مختلف نسل کے لوگ آباد ہیں مگر یہ کہنا از حد مشکل ہے کہ کس کا تعلق کس ذات یا خاندان سے ہے۔ اب موجودہ زمانے میں ان لوگوں نے خود ساختہ قبائلی قومیتیں بنائے ہیں اورانہی ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ جس آدمی کا دادا جہاں سے آیا اُسی جگہ کی نسبت سے اپنا نام رکھا ہے جیسے چترالی قوم، تنگیرے، استوریچے وغیرہ یا اپنے دادا کے نام پر قومیں متعارف کرائی ہیں اور اُنہی کے ناموں سے خود کو پکارتے ہیں اور بڑی فخر کے ساتھ ان ناموں کو مزید بڑے بڑے قصے کہانیوں سے مربوط کرکے پیش کرتے ہیں۔ اس طرح وادی اشکومن میں کئی ایک قبائل مشہور ہیں جو اس مطابق ہیں: ایمت اور چٹورکھنڈ کی اطراف میں شین ، یشکن ، ڈوم،کمین، سید، برُوشو، بڑورے، گجر، وخی، شَلے، پٹھان، خیبرے،راجے،کرغز،چوروٹے، موکھے، ریغونگ، اکھلے، گوشپور، شیخ (بارجنگل میں آباد ہیں) اور ہنزائی۔ اشکومن پراپر میں ڈوشے، ماریئے، خلیفے، غولومے، چھڑے، مستالے، شوتیئے، زینت شئے، شاہ بیگے، فولیئے، کلی اور گجر مشہور ہیں۔ تمام خاندانوں کو پرکھنے کیلئے ہر ایک قبیلے پر ریسرچ کرنا میری اس کتاب کی وسعت سے باہر ہے۔ اس حوالے سے ایک مشہور قصہ اشکومن خاص میں مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ علی مردان راجہ اشکومن کے زمانے میں اشکومن پراپر میں گوپس ایجنسی کی جانب سے ایک منشی محمد مسی پال یہاں آئے اور قومیت کے حوالے سے ان تمام لوگوں کو جمع کیا اور پوچھا کہ آپ اپنے اپنے ذاتوں کا نام لکھوا دیجیئے۔ اس بات پر تمام اشکومن والوں (اشکومن خاص) نے ملکر یک زبان یہ کہا کہ وہ تمام ایک ہی نسل اور ایک ہی گروپ کے لوگ ہیں۔مقامی لوگ یہ کہتے ہیں کہ اُس دن جب منشی محمد مسی پال یہاں آیا تو تمام لوگ جمع ہوگئے اور اُنہوں نے بکری کے چمڑے پر یہ حلف دیا کہ ہم تمام ایک ہی قبیلے کے ہیں اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں۔

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

بڈلف کہتے ہیں کہ

''اسلام کے زیر اثر شادی میں ذات پات کی پُرانی بندشیں ٹوٹنے لگی ہیں اور اگلی نسلوں میں یہ بات غائب ہوجائے گی'' (ہندوکش کے قبائل،صفحہ۱۰۸)

ذات پات کے سلسلے میں اب ان علاقوں میں بہت کمی آئی ہے صرف چھوٹے چھوٹے موقعوں پر یہ لوگ اپنے قبیلے وغیرہ کا سوچتے ہیں۔ مثلاً شادی یا موت کے ایام میں گھر کا کام کرنا وغیرہ۔ ان تمام علاقوں میں شین ، یشکن، ڈوم اورکمین کا تصور اب بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں تا ہم اس میں کمی لانے کی کوششیں بھی کی جارہی ہیں۔ اب موجودہ دور میں یہ لوگ آپس میں شادیاں کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا ایک دوسرے کی غم اور خوشی میں ساتھ دینا یہ تمام امور بغیر کسی قومیت کے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان علاقوں کے لوگ مختلف نسل کے ہیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان میں بہت تبدیلی آئی ہے ۔یہ تمام اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ؎

؎قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
(اقبالؔ)

اب وقت کے ساتھ ساتھ دنیا تبدیل ہو رہی ہے اور اس تبدیلی میں یہاں کے لوگ جدید زمانے کے تقاضوں کے مطابق جینے کی از حد کوشش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قومیتوں اور ذات پات کا تصورتو موجود ہے مگراس میں کمی ضرور آئی ہے۔ اسلام کا حقیقی پہلو بھی یہی ہے کہ تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ نے انسانوں کے قبیلے اور گروہ بنائے اس میں مصلحت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں ۔

قریشی ہو کہ کوئی ہاشمی ہو
کوئی رضوی ہو کوئی کاظمی ہو
تعارف کے لئے قومیں بنی ہیں
برابر ہیں سبھی جو کوئی بھی ہو
یہی معیار حق ٹھہرا ہے لوگو!
کسی بھی قوم کا ہوٴ متقی ہو
(جمشید دُکھی)

برصغیر میں اسلامی مملکت پاکستان کا قیام

برصغیر و پاک و ہند میں ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کی آمد اور بعد میں قطب الدین ایبک کی پہلی مسلم سلطنت کی بنیاد سے مسلمانوں کی حکومت کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں نے اس دوران ترقی کی بہت سی منازل دیکھیں۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریزوں کی غلامی دیکھنی پڑی۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۶ء کو آزادی کی طرف پہلے قدم کے طور پر مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔مسلم عمائدین، مفکرین اور سیاسی و دینی راہ نماؤں نے اس پلیٹ فارم سے آزادی کی تحریک کا آغاز کردیا۔ یہ تحریک کئی ایک نشیب وفراز سے ہوتے ہوئے ۱۹۴۰ء کو قیام پاکستان کے اعلان تک مختلف راہنماؤں نے اس تحریک کی قیادت کی اور قائد اعظمؒ کی قیادت میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا لیا گیا۔ اس تحریک اور ملک کے بننے میں کئی علاقوں کو آزادی ملی۔لیکن شمالی علاقہ جات پھر بھی غلامی کے شکنجے میں کسا

رہا۔ یہاں کے باسیوں نے بھی آزادی کی اس تحریک سے فائدہ اُٹھا کر اپنی صفوں میں اتحاد کی روح پھونک دی اور آزادی کی جنگ اپنی آپ کے اصولوں کے تحت سے شروع کی۔ مقامی قیادت جس میں کیپٹن شاہ خان، بابر خان،کرنل حسن خان اور راجہ شاہ رئیس خان وغیرہ نے باشعور عوام کی مدد سے جنگ آزادی کو کامیاب طریقے سے اپنے انجام کو پہنچایا اور آزادی سے قوم کو ہمکنار کیا۔ انھوں نے ڈوگرہ سِکھ حکمرانوں کو نہ صرف شکست دی بلکہ اپنے دیس سے نکال کر اس نوزائیدہ آزاد علاقے کا الحاق پاکستان کے ساتھ کردیا۔ (عثمان علی کی کتاب ۔ گلگت کی لوگ کہانی سے اقتباس)

سماجی اور عدالتی نظام

شمالی علاقہ جات میں قدیم زمانے میں شخصی یا گروہی عدالتی نظام رائج تھا۔ وادی اشکومن میں بھی مقامی سطح پر جرگہ دار مختلف مسائل نپٹاتے تھے۔ رازول کوہستانی نے انڈس کوہستان میں ایسے مورخین کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے (ص۔۹۰) شمالی علاقہ جات کی عدالتی نظام کے بارے میں تحقیق کی ہے ۔ راقم کو اس حوالے سے بہت کم معلومات دستیاب ہوئے ہیں۔یہاں کے بزرگ کہتے ہیں کہ میر علی مردان کی گورنری کے بعد یہاں تمام تر فیصلے راجہ یا نمبر دار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چھربو ،یالیوی وغیرہ بھی ایسے فیصلے کرنے میں سفارش کا سبب بنتے تھے۔سنگین معاملات پولیٹیکل ایجنٹ کی مداخلت سے حل ہو تے تھے۔ زمین ،جائیداد، طلاق، پانی یا اس قسم کے دیگر فیصلے راجہ صاحبان کے حکم سے نمبر دار کی قیادت میں مقامی لوگ کیا کرتے تھے۔ آزادی اور ایف ۔سی ۔آر کے خاتمے کے بعد یہاں گاؤں کی سطح پر نمبر دار کی قیادت میں فیصلے ہوتے رہتے تھے۔ وادی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اشکومن میں پولیس نظام کی آمد کے بعد باقاعدہ حکومتی سطح پر یا عدالت میں فیصلے ہوتے تھے۔ یہاں کی کمیونٹی کا اپنا عدالتی نظام بھی ہے جو کہ مقامی لوگوں کی قیادت میں ملکی آئین کی روشنی میں کام کرتا ہے جس کو مصالحتی وثالثی بورڈ (The Aga Khan Concilation and Arbitration Board) کہتے ہیں۔ اس بورڈ کا ایک کنوینئر اور مقامی لوگوں پر مشتمل ایک پینل ہوتا ہے جو معاملات کو ملکی آئین اور علاقائی دستور کی بنیاد پر پرکھتے ہیں اور لوگوں میں مصالحت کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماضی میں راجہ صاحبان زمین و جائیداد اور مالکانہ حقوق کے سلسلے میں سیاہ وسفید کے مالک ہوتے تھے جیسا کہ عثمان علی لکھتے ہیں کہ :

''گلگت میں مطلق العنان بادشاہ کے دور میں لوگ زمین کے مالکانہ حقوق سے محروم تھے۔امراء اور راجے چاہیں تو زمین چھین کر دوسرے کو بخش دیتے تھے۔لوگ بنیادی حقوق سے محروم اور معاشی حقوق پر راجاؤں کا کنٹرول تھا '' ۔روگ کہانی ص ۱۰۵)۔

نمبر دار میر نبی خان بھی اس روایت کے بارے میں اتفاق کرتے ہیں کہ اشکومن میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ موجودہ زمانے میں(۲۰۰۰ء کے آس پاس) یہاں دوسرے معاشروں کی طرح عدالتی نظام ہے اور لوگ احسن طریقے سے انسانی حقوق سے بہرہ ور ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ رشوت یا کوئی اور حربہ استعمال ہوتا ہے تو یہ نظام کا نہیں بلکہ لوگوں کا مسئلہ ہے۔ ے

جب شہر کھنڈر بن جائے گا' پھر کس پر سنگ اُٹھاؤ گے
اپنے چہرے آئینوں میں' جب دیکھو گے ڈر جاؤ
اس شہر میں نغمے بہنے دو
بستی میں ہمیں بھی رہنے دو قتیل شفائی

ثقافت و رسومات

پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے دوسرے علاقوں کی طرح وادی اشکومن بھی ثقافتی اور رسومات کے حوالے سے بہت بے مثال ہے اور لوگوں نے ان رسومات اور روایتوں کو نہ صرف زندہ رکھا ہے بلکہ احسن طریقے سے ان کی ادائیگی بھی ہوتی ہے۔ جون بڈلف اپنی کتاب ہندوکش کے قبائل میں لکھتے ہیں کہ:

''اسلام قبول کرنے کے باوجود یہ لوگ اپنے پرانے نیم مذہبی تہوار جو کہ کم وبیش زراعت سے منسلک ہیں، قدیم رواجوں کے مطابق مناتے ہیں۔ پہلے تہوار کا نام نوص(Nous) اور اگلے کا نام بازُنوکی (Bazunokhee)ہے۔شیسو گھوٹ (Shishoo Goat) ڈُو ماکی(Domakhee) وغیرہ ان تہواروں میں شامل ہیں۔(ص۱۳۱ تا ۱۳۷)''۔

مندرجہ بالا تہوار معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اب بھی یہاں نہ صرف منائے جاتے ہیں بلکہ ان ایام میں خصوصی تقریبات بھی منعقد ہوتی ہیں۔ زیادہ تر روایات کو مذہبی رنگ دیا گیا ہے اور ملے جلے رجحانات کے ساتھ ان کو منائے جاتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔ ان علاقوں میں مذہبی تہوار بھی بڑے عقیدت و احترام سے منائی جاتی ہیں ان میں عیدین، عید میلادالنبیؐ،عید غدیر، عید نوروز، یوم امامت اور سالگرہَ امامؑ شامل ہیں۔ اس کتاب میں چند دیگر علاقائی تہواروں کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہاہے۔

نسالو(Nasaloo)

نوس یا نسالو کے معنی موٹا ہونا چونکہ وادی اشکومن میں یہ تہوار صدیوں سے منایا جاتا ہے لوگ اس دن کو اپنی بساط کے مطابق صحت مند اور موٹے جانوروں جن میں گائے، بیل، بکری، بکرے شامل ہیں ذبح کرتے ہے ان کے گوشت کے مخصوص حصے ان دنوں میں ہی کھاتے اور باقی سردیوں کیلئے محفوظ کرتے۔ اس رسم میں تمام ہمسائے ایک جگہ جمع ہو کر بھرپور طریقے سے خوشی مناتے ہیں۔ اور گوشت کے مختلف کھانے بنا کر کھاتے ہیں۔ اگلی صبح سویرے پھر مقامی کھانا ڈوڈو بنا کر کھایا جاتا ہے اس موقع پر جس گھر کی خواتین سب سے پہلے جاگتی تھیں ان کو سماج میں قابل اور ہوشیار سمجھا جاتا تھا۔ گوشت کے کچھ حصوں کو سردیوں میں خاص موقعوں کیلئے اور کچھ کو کسی خوشی یا کاشت کاری کی شروعات تک رکھا جاتا تھا۔ ان دنوں چرواہے گوشت لیکر پہاڑیوں میں بکریاں لیکر جاتے اور وہیں اس گوشت کو پتھروں پر پکا کے کھاتے تھے۔ پوری وادی میں اب بھی یہ رسم جاری ہے۔ لیکن اب سردیوں میں بھی گوشت بازار میں مل جاتا ہے اس لئے اس کی اہمیت کم تو نہیں مگر تبدیلی کی زد میں ہے۔ یہ رسم نومبر کے اواخر میں منائی جاتی ہے۔ان دنوں مہمانوں کی آمد خوب ہوتی ہے۔ رشتہ دار اور دوست ان دنوں کا انتخاب اس حوالے سے بھی کرتے ہیں کہ گھروں میں ان دنوں گوشت کی کوئی کمی نہیں ہوتی ہے۔ اب گردش لیل ونہار کی وجہ سے یہ رسومات اپنی وہ خوبی اور خوبصورتی کھو چکی ہیں۔ صرف رسم

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان..

کے طور پر منائی جاتی ہیں۔ بہرحال رسومات کی اہمیت ہر زمانے میں رہی ہے اور ان رسومات میں ہماری تاریخ اور ثقافت کے عروج و زوال کی کہانیاں پنہاں ہیں۔ اس لئے نئی نسل کو بھی ان رسومات کی ادائیگی میں بھرپور شرکت کرنی چاہیئے۔ اس سلسلے میں زمانے کی ترقی اور نئے نظریات اور اشیاء کا ان میں داخل ہونا فطری امر ہے۔

تخم ریزی یا ”بھی“ یا بھی گانک“

مارچ کے پہلے عشرے میں یہ رسم پوری وادی میں منائی جاتی ہے۔ وادی اشکومن میں یہ رسم بہت مشہور ہے تاہم پوری وادی میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ہر گاؤں میں منائی جاتی ہے۔ پہلے دن لوگ اپنے گھروں کو خوب سجاتے ہیں اور خاص کر آتش دان کو دوبارہ بناتے ہیں(آتشدان: گھروں میں اکثر لوگ کھانا وغیرہ بنانے اور آگ جلانے کیلئے استعمال کرتے ہیں) اس دن کو ایک خاص مقامی کھانا دیرم (Deeram) یا کھوار میں شوش بنانے تھے۔ دیسی گھی میں بنے اس ڈش میں رشتہ دار بھی برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ دوسرے دن گھر کو مزید سجایا جاتا اور سیلنگ اور دیواروں پر مختلف پھول اور فن خطاطی کے نمونے بنائے جاتے۔ یہ رسومات بہار کے آمد کی جشن کے طور پر منائی جاتی ہیں۔اس دن مرد کھیل کود میں اور عورتیں بھی غول کے غول بنا کر دربچہ (ایک مقامی کھیل جس میں خالص عورتیں کھیلتی ہیں) کیلئے جاتیں۔ مرد حضرات ان دنوں رابٹ(ایک پتھر ایک طرف اور ایک دوسرے طرف رکھ کر اسی کو نشانہ بنانا) نامی مقامی کھیل یا پولو کھیلنے کیلئے نالہ 'اشقم تھر' جاتے۔ نمبر دار میر نبی صاحب کہتے ہیں کہ:

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''ماضی میں اس رسم کا اپنا ایک مزہ تھا۔ اس دن ہم پولو کھیلتے تھے۔ خوشی کو لوگ خوشی کے طور پر مناتے تھے مہرومحبت کا زمانہ تھا۔ آج لوگ اس دن کو مناتے تو ضرور ہیں لیکن وہ ذائقہ نہیں جو اس موقع پر کبھی ہوتا تھا۔ مہرومحبت کا زمانہ تھا لوگ بلا خوف تہوار مناتے اور خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ عورتیں گھر کا کام اس دن خاص مہارت سے نمٹاتیں اور دیسی گھی سے مقامی کھانے بنا کر اس دن کی رونقوں میں چارچاند لگادیتیں۔ غلمندی (دیسی تیل میں بنایا ہوا کھانا) بنا کر ہم لوگ ہمسائے میں جاتے اور تمام رشتہ دار اس دن اس رسم کومنانے کے لئے گھروں میں آتے۔ مردوں کو کھانا کھانے کے بعد عورتیں اپنی باری کی رسم مناتیں اور تمام ہمسائے کی عورتیں ایک جگہ جمع ہو جاتی تھیں اور غلمندی کھانے کے بعد دریچہ منانے کیلئے کسی باغ کا رخ کرتیں۔ جہاں خواتین مقامی گانے گاکر رقص کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ شام کو مقامی کھانے جسے شربت کہا جاتا ہے' بنایا جاتااور پھر تمام ہمسائے جمع ہو کر کھاتے۔ دن کو گھر اس انداز سے سجایا جاتا تھا کہ شام کو گھر دلہن کی طرح خوبصورت نظر آتا تھا۔اس دن شام کے وقت کا منظر بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ ہوتا یوں کہ آتشدان میں خوب آگ جلا کر آگ پر مخصوص گیت گا کر آٹا چھڑکایا جاتا تھا اور اس دوران بچے اور جوان ''ہوحا'' (شور) کرتے اور کچھ مذہبی اور نیم مذہبی گیت گاکر یہ رسم منائی جاتی تھی۔ جیسے ''دلاقوتی مالا قوتی ہے ماز'' (یہ یاسینی زبان کے الفاظ ہیں یعنی فصل اس طرح اُگے کہ شمالاً جنوباً پھیل جائے)۔اس کے

بعد کھانا کھاکر رات گئے لوگ مقامی سیاسی معاملات اور مذہبی قصے کہانیاں خوب سناتے اور بچے اس سے بہت لطف اٹھاتے تھے۔ یہی مقامی کہانیاں سینہ بہ سینہ پیش کرنے کا ایک انداز ہوتا تھا۔اس سے پہلے شام کے وقت گھر کا ایک بزرگ ایک تھیلے میں گندم کے بیج بھر کر کھیتوں میں لے جاتا اور مختصر دعائیں پڑھ کر بہار کو خوش آمدید کہنے کے ساتھ ساتھ اللہ کا شکر ادا کرتا کہ سال کا آغاز ہوا۔۔۔اگلے دن شربت کو تحفے کے طور پر تمام بیٹیوں کو پہنچایا جاتا اور تحفوں کا تبادلہ دو تین دن تک جاری رہتا تھا۔ راجہ صاحبان اس دن کھیل کود کا انتظام کرتے تھے اور جیتنے والوں کو انعامات بھی دیئے جاتے تھے''۔

موجودہ زمانے میں لوگ اپنے ماضی کی ان رسومات کو خوب دلچسپی سے مناتے ہیں۔مقامی کلچرل انجمنیں بھی ان دنوں کو منانے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ اس طرح کی رسومات پوری وادی میں کچھ کچھ تبدیلیوں کیساتھ منائی جاتی ہیں۔

شسو گھوٹ (Shesho Gooat)

شیسو گھوٹ بھی دوسرے تہواروں کی طرح یہاں کا ایک مشہور تہوار ہے۔ یہ ہر سال جولائی کے مہینے میں منایا جاتا ہے جب گندم کے خوشے نکل آتے ہیں۔ پوری وادی میں یہ رسم مختلف دنوں میں منایا جاتا ہے اس موقع پر بھی لوکل کھانے بنائے جاتے ہیں۔''شربت یا سینا باچو'' اس دن کے اہم کھانوں میں سے ہیں۔ان کھانوں کو نہ صرف گھروں میں بلکہ رشتہ داروں خاص کر بیٹیوں کو تحفے کے طور پر دیئے جاتے ہے۔ اس دن بھی عورتیں اور مرد طرح طرح کے کھیل کود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں حصہ لیتے ہیں۔ پولو، رابٹ اور لوکل کھیلوں میں لوگ بہت دلچسپی لیتے ہیں۔

نالہ سے آمد

وادی اشکومن کی اہم رسومات میں سے ایک رسم نالہ سے آمد ہے۔ماضی میں اور اب بھی نالہ جانا یہاں کے لوگوں کی معاشی ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ ہے۔نالہ جانے سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے مال مویشی لیکر مارچ سے اکتوبر تک مختلف نالوں میں جاتے ہیں تا کہ گرمیوں کے ایام نالوں میں گزاریں ۔نالہ یہاں کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دیسی گھی،لکڑی اور معدنیات وغیرہ لوگوں کے روزگار کے اہم ذرائع ہیں۔ گھر کے کچھ افراد چار یا پانچ مہینے نالہ میں گزار دیتے ہیں اوران کی آمد کے موقع پر ان کے رشتہ دار ان کی خوب مہمانوازی کرتے ہیں۔ماضی میں ایک دن سب گاؤں کے لوگ ایک ساتھ نالوں سے گاؤں آجاتے تھے جس کی وجہ سے یہ دن میلے کا ساسماں پیش کرتا تھا۔تمام رشتہ دار ملنے کیلئے گھر آتے اور اپنے ساتھ فروٹ لاتے جبکہ نالہ سے لوگ گھی اور پنیر لاتے۔ بہرحال یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے ۔اب لوگ نالہ ضرور جاتے ہیں لیکن یہ رسومات اُس انداز میں نہیں منائی جاتی ہیں۔تعلیمی اور دیگر سماجی معاملات کی وجہ سے اب ان شعبوں میں لوگوں کی دلچسپی بہت کم نظرآتی ہے۔

شادی بیاہ (Wedding Cermonies)

شادی سماجی زندگی کی ایک اہم ضرورت اور دوافراد کے سماجی معاہدے کا نام ہے۔ جس کی روح سے مرد اورعورت اپنی نسل کی تشکیل کرتے ہیں۔ دوسرے علاقوں کی طرح وادی اشکومن میں بھی یہ رسم انتہائی سادگی اورخوبصورت انداز میں

''وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں'' از محمد جان...

سرانجام پاتی ہے۔ زیادہ ترشادیاں والدین کی مرضی پر ہوتی ہیں تاہم تعلیم یافتہ لڑکے لڑکیاں دو طرفہ رضامندی سے بھی شادی کرتے ہیں۔ بڈلف نے بھی اس سلسلے میں یہاں کے قدیم زمانے کے لوگوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''یہاں زیادہ ترشادیاں والدین کی مرضی کے مطابق ہوتی ہیں''۔ ماضی میں یہاں کے لوگ اپنی بیٹیوں کی بچپن میں ہی شادیاں کردیتے تھے اور اب بھی یہ عمل وادی میں کسی حد تک جاری ہے۔ ماضی میں بہت چھوٹی عمر میں شادیاں ہوتی تھیں۔شادی بیاہ میں مرد حضرات پہل کرتے ہیں اور لڑکی کے ہاں رشتہ مانگنے جاتے ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ لڑکے کو کوئی لڑکی پسند آتی ہے یا معاملہ کسی واسطے سے طے ہوا ہے تو لڑکے والے لڑکی کے قریبی رشتہ داروں میں کسی کو ان کے گھر بھیجواتے ہیں اور وہ وہاں جا کر لڑکی کا رشتہ مانگتا ہے۔لڑکی والے بڑے غور اور تحقیق کے بعد کسی دن لڑکے والوں کو رشتے کے ہونے یا نہ ہو نے کی اطلاع دیتے ہیں۔ ہونے کی صورت میں لڑکے والے پھولے نہیں سماتے اور لڑکے والوں کی جانب سے ایک ٹیم دوبارہ لڑکی کے گھر جا کر معاملہ طے کرتی ہیں اس رسم کو اشکومن خاص میں ''االلہُ اکبرُ'' کی رسم کہتے ہیں وخی لوگ اس رسم کو'' پرگوندک'' کہتے ہیں، اور اس رسم کو کھوار میں ''ہوس مولئ'' کہاجا تا ہے۔

اس رسم میں گاؤں کے چند لوگ اس رشتے کے معاملات کو برابر کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں رشتہ داروں کے علاوہ مذہبی شخصیات بھی شامل ہو تی ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ رضامندی کے بعد لڑکی والے علامتی طور پر کوئی برتن یا کپ یا کوئی تحفہ دیتے ہیں جسکا مطلب رشتے کا منظور ہو نا ہے۔ وادی میں اس سلسلے میں کئی پیچیدہ رسومات بھی ہیں۔ یعنی رشتے کے طے ہو نے تک لڑکی کے تمام رشتہ داروں جن میں ننیال تک شامل ہیں، کا راضی ہو نا ضروری ہے۔ ذات پات کی کوئی خاص رسم

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر...............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو نہیں تاہم راجے، سید اور دیگر لوگ اس بات کا خیال رکھتے ہیں۔ مقامی ذاتوں اور علاقے کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ رشتہ طے ہو نے کے بعد وادی میں لڑکی کا سسرال کے ہاں جانا اچھا نہیں سمجھا جاتا بہرحال لڑکے اس پابندی کا زیادہ خیال نہیں رکھتے ہیں۔

ان معاملات کو ایمت اور چٹورکھنڈ میں معمولی فرق کیساتھ مناتے ہیں۔رسم منگنی بھی کچھ دن بعد منائی جاتی ہے۔یہ رسم ماضی میں بہت سادگی سے منائی جاتی تھی لیکن اب انڈین کلچر نے جگہ لیا ہے۔ بحرحال دونوں طرف سے رشتہ دار اس دن لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں۔ خلیفہ یا مذہبی لیڈر کی موجودگی میں یہ رسم طے ہو تی ہے۔ اس دن دونوں طرف سے دیسی گھی پیش کیا جاتا ہے اور مقامی کھانے بناتے ہیں۔دونوں طرف سے خوب خاطر مدارت ہوتی ہے اور اس دن لڑکی (دلہن) خوبصورت لباس میں ملبوس اپنے فن کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وادی میں معمولی فرق اس لئے بھی ہے کہ ایمت کے لوگ واخان سے چٹورکھنڈ کے لوگ زیادہ تر چترال سے اور اشکومن کے لوگ چلاس، داریل، تانگیر اور دیگر علاقوں سے وہاں کی روایات بھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ اب بھی کسی نہ کسی شکل میں ان رسومات کو مناتے ہیں لیکن اب ان رسومات میں کافی مماثلت آئی ہے اس لئے کہ اب یہ لوگ عرصے سے یہاں رہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی پس منظر اور روایات کی وجہ سے یہاں اسماعیلی فرقہ اور اہل سنت والجماعت کے لوگ اپنے روایات کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں۔

شادی کے مناظر اس وادی میں بہت دلچسپ ہیں۔صبح خلیفہ یا مولوی دلہا کو مخصوص لباس پہناتے ہیں اور دلہن بھی مخصوص لباس میں خوب بناؤسنگار کرتی ہے۔ یوں قافلے کی صورت میں بارات دلہن کے گھر جاتی ہے اور مقامی رسومات

”وادی اشکومن تاریخ کے آئینے میں“ از محمد جان..

کی ادائیگی کے بعد اسی دن دلہن کو لیکر دلہے کے گھر آجاتے ہیں۔ بہر حال رسومات کا سلسلہ تین یا چار دن جاری رہتا ہے اور رشتے کا یہ سفر جوڑے کی صورت میں اپنے سفر کر چکے ہوتے ہیں۔۔۔ مشہور مورخ بڈلف لکھتا ہے

> ”اسلام کے زیر اثر شادی کے سلسلے میں ذات پات کی پُرانی رسمیں، بندشیں کافی حد تک اب ٹوٹنے لگی ہیں اور چند سال بعد ختم ہو جائینگی“۔

موسیقی

کہاجاتا ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے۔دنیا کے ہر حصے میں موسیقی سے لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں۔خوشی اور دیگر تقریبات کے موقع پرموسیقی ہی انسانی جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ اس سے باہمی یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔دنیا کی ہر ایک تہذیب اور قوم کی موسیقی کا اپنا اپنا انداز ہے۔وادی اشکومن میں موسیقی کی کوئی شاندار تاریخ نہیں۔دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں کے لوگ موسیقی کے بڑے شوقین لیکن کوئی موسیقار نہیں پیدا ہوا۔ڈول ڈمامہ، حریب، بانسری، ستار اورگیتوں کی دھنیں یہاں کی پیداوار نہیں۔ البتہ گرد ونواح کی ثقافتوں سے متاثر ضرور ہیں۔

دائین اشکومن میں موسیقی کے بارے میں کافی روایات ہیں۔ مقامی لوگوں کے مطابق کھوار شاعری کی سوزساز میں ان روایات کا بڑا اثر ہے اور آج بھی لوگ شوق سے ان گانوں کو سنتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امان اپنے معشوقہ کو لیکراس گاؤں میں ”چگ میتار“(سلطان محی الدین خان) یعنی

.... مومن آباد اشکومن ضلع غذر..............نارتھ نیوز ایجنسی گلگت جولائی 2010ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چھوٹے کے دربار میں حاضر ہوا اور حکمران وقت سے درخواست کی کہ ان کی نکاح کی جائے۔ مہتر(چیق مہتار) نے خوش بیگم سے ان کی رائے لی۔ اس موقع پر معشوقہ نے ایک اور نوجوان کے حق میں فیصلہ دے کر امان کی خلوص اورمحبت کو رد کیا۔ امان نے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔محبوب کی کمی کو بھولا نہ سکا اور ان کی یادوں پر سوزوساز کے رنگ بھر دیئے۔ وہ معشوقہ کو نہ پا سکا لیکن ان کی شاعری آنے والے وقت کے لئے امر ہوگئی۔

جس کی ایک پل کی بے رخی بھی دل پہ بار تھی
اُس کو خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے مجھ کو بھول جا
(پروین شاکر)

ماضی کے چند گیتوں کے دھن یہاں پوری وادی میں مشہور ہیں جن میں یورمس بیگم، عشر جان، پرمس آمین، امان کی شاعری، گل لال، وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں یہاں کے لوگ رقص اور گانوں کا اہتمام کرتے ہیں۔پونیال یاسین سے موسیقاروں اور گلوکاروں کو اس تقریب کے لئے لایا جاتاہے جس کے لئے انہیں بھاری اخراجات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اب بھی یہاں اس فن کی جانب کوئی شغف نہیں۔وادی کے کئی نوجوانوں نے اس فن کی کوشش کی لیکن بارآور ثابت نہیں ہوئے تاہم ہلکی پھلکی شاعری کا رواج ہے۔کھوار میں ممتاز علی انداز شینا میں شبان علی بیتاب،شکرت بیگ،پنین بیگ ، نادرعلی، شیرباز خان وغیرہ کے نام یہاں کی ابتدائی شاعری کی چند مثالیں ہیں مگر یہ کوششیں پنپ نہ سکیں۔

علامتی کیلنڈر کا نظام

وادی اشکومن قدیم زمانے سے جغرافیائی لحاظ سے دور افتادہ اور دوسرے علاقوں سے کٹا ہوا علاقہ ہے۔ یہاں کے لوگ علم وفن سے کم آگاہ تھے۔ماضی میں یہاں گنتی کے چند لوگ بھی پڑھے لکھے نہیں تھے۔ صدیوں پہلے اشکومن میں راجگی کے بعد خلیفہ لوگ شاید مذہبی لحاظ سے کچھ جانتے تھے یہ بھی اس لئے کہ عربی اور فارسی میں قرآنی اور مذہبی دُعائیں تھیں۔ زراعت ہو یا معیشت، کاروبار ہو یا ملازمت بہرحال یہ پیشے بھی ان لوگوں کیلئے بالکل نئے تھے۔موسم اور دیگر علمی معاملات میں مقامی روایات پر عمل کیا کرتے تھے۔ موسم اور آب وہوا کے حوالے سے ان کا اپنا ایک نظام تھا۔ زراعت پیشہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ دیسی طریقے سے موسمی حالات کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے تھے۔اشکومن سنٹر کوٹ کے قریب ایک پہاڑی پر مختلف نشانات متعین کرکے ان کی مدد سے موسم کی پیش گوئی کیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ اس کام ہی میں اپنا ٹائم صرف کرتے اور لوگوں کو روزانہ موسم کے بارے میں معلومات فراہم کرتے تھے۔اس طرح آسانی سے موسم اور ٹمپریچر کے بارے میں حالات کا پتہ چلتا تھا۔ ان علامات کا نام یوں ہے: چیلہ ہے چیلی(سردیور)،گیری(چٹان) ، شُوبٹ(کتا جیسا پتھر)، کھنڈر(خمدار جگہ)، آجہ باشئے (at the top of)، دیڈنگوئی اُشہی (سرداندھیاں)،سوریئے حالول(سورج طلوع ہونے کی جگہ) شئی باٹی(سفید چٹانیں) اور گوشل (ایک پھول کا نام) وغیرہ۔ ان علامات کے ذریعے یہ لوگ نالہ جانے، کاشت کرنے اور بارش ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆﴿ختم شد﴾☆☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿کتابیات﴾

1۔ تاریخ پاکستان وسطی عہد، پروفیسر یحییٰ امجد، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۷ء

2۔ قراقرم کے قبائل،عثمان علی،لاہور ،سنگ میل پلیشرز،۲۰۰۰ء

3۔ ہندوکش کے قبائل، بڈلف،جون۔لاہور،۱۸۷۵ء ترجمہ جاوید شاہین سنگ میل پلی کیشنز،۱۹۹۱ء

4۔ تاریخ جموں، حشمت اللہ لکھنوی، میر پور آزاد کشمیر ۱۹۹۱ء

5۔ گلگت کی روگ کہانی ،عثمان علی ،لاہور،مقبول اکیڈمی ،دیال سنگھ پنشن شاہراہ قائد اعظم ،۱۹۹۲ء

6۔ معاشرتی علوم سوم ،عثمان علی،لاہو، نقوس پریس ۲۰۰۰ء

7۔ تاریخ چترال، محمد عزیز الدین، منشی ،لاہور۔سنگ میل پلی کیشنز،۱۹۹۱ء

8۔ گلگت ۱۹۴۷ء سے پہلے، گھنسارا سنگھ،برگیڈیر(۱۹۴۷ء) ترجمہ از برچہ، شیر باز علی،گلگت،ہنی سارا پلیشرز،مارچ ۲۰۰۰ء

9۔ انڈس کوہستان، کوہستانی، رازول، راولپنڈی(ا)،ٹی ایس پرنٹرز، اپریل ۱۹۹۸ء

10۔ شمالی علاقہ جات میں اسماعیلی دعوت، ایثار ،فدا علی، کراچی،شیعہ امامی اسمٰعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان،۱۹۹۱ء

11۔ The Gilgit Game،کے،جون۔لنڈن، اکسفورڈ یونیورسٹی پریس،۱۹۷۹ء

12۔ بُرشال سے نگر تک، تحسین ،محمد اسماعیل راولپنڈی۔زیرِ پبلیشرز، ستمبر ۲۰۰۲ء

13۔ شمالی پاکستان،ندوی، رشید احمد، لاہور، سنگ میل پلیکیشیز،۱۹۹۰ء

14۔ 'Between the oxus and indus' شمبرگ،کرنل۔لاہور، سنگر اکیڈمی ،۱۹۳۳ء

15۔ ہسٹری آف ناردرن اریاز آف پاکستان اپ ٹو ۲۰۰۰ء ، دانی ،ڈاکٹر احمد حسن ،لاہور ، سنگ میل پلی کیشیز،2001ء

16۔ گلگت اور شینا ،ڈاکٹر فرویدن الزمان محمد شجاع ناموس، لاہور، فروز سنز لمیٹڈ،1961ء

17۔ شاہ رئیس خان کی تاریخ گلگت، ڈاکٹر احمد حسن دانی، اسلام آباد، قائداعظم یونیورسٹی ،1987ء

18۔ قراقرم کے قبائل' تالیف وتدوین منظوم علی،برق سنز لمیٹڈ اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

19۔ شمالی پاکستان کی خوبصورت وادیاں ، تیز، پروفیسر مسعود احمد،لاہور، بڑھٹی پبلی کیشیز، 1995ء

20۔ جدوجہد بالاورستان(1988ء سے2005ء تک)، شعبہ نشرواشاعت بالاورستان نیشنل اسٹوڈنٹس، جولائی 2005ء

21۔ مقدمہ سفر نامۂ ناصر خسرو،حالی،خواجہ الطاف حسین،لاہور۔ (۱۸۸۲ء) ترجمہ شاہ دانی، محمد صدیق طاہر مجلس ترقی ادب نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ ،۱۹۹۲ء

22۔ تاریخ دعوت اسماعیلیہ شمالی علاقہ جات، عبداللہ جان، اسلام آباد، منروا ایدورٹائزنگ اینڈ پبلیکیشز، ۲۰۰۸ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

23۔ تاریخ عہد عتیق ہنزہ، قدرت اللہ بیگ، بلتت، ہنزہ، ۱۹۸۰ء

24۔ A journey to Badakshan(1889 to 18880)، عبدل رحیم، شملہ ۱۸۸۶ء

25۔ واخان، عنایت اللہ فیضی، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء

26۔ آزادی گلگت بلتستان، غلام رسول، ۲۰۰۴ء ون انٹرنشنل پبلیشرز راولپنڈی، پاکستان

27۔ تاریخ شاہان چترال و معلومات ٹورسٹ، اخونذادہ مرزا فضل واحد بیگ سلجوقی، چترال پاکستان، ۲۰۰۶ء

28۔ سرحدوں کی تلاش، کرنل الجیرنن ڈیورانڈ مترجم لفٹیننٹ کرنل (ر) غلام جیلانی خان، دوست پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۸ء

29۔ تعارف اقوام چترال، اخونزادہ مرزا فضلِ واحد بیگ، پشاور پاکستان، ۱۹۹۶ء

30۔ یاک سرائے، مستنصر حسین تارڑ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۲ء

31۔ ''Explorers of the Western Himalayas, Jhon Keay, 1820-1896'' اکسفورڈ یو نیورسٹی پریس، لنڈن، ۱۹۹۶ء

32۔ ''The History of Gilgit Baltistan and Chitral, F.M.Khan'' اعجاز لیٹریری ایجنز اینڈ پبلیشرز، راولپنڈی، ۲۰۰۲ء

33۔ سفرنامہ شمالی علاقہ جات، عامر شہزاد، مشتاق بک لاہور، ۲۰۰۵ء

اندراج رسائل اور اخبارات

1۔ k-2 میگزین، (راولپنڈی)، گلگت، دسمبر ۲۰۰۱ء

2۔ اسماعیلی پاکستان، شمارہ نمبر ۱۱ کراچی، اپریل، جون ۱۹۹۴ء

3۔ معمار وطن، راجہ محمد کریم مدیر اعلیٰ، (۱۹۹۴ء) 957/c علی بستی گلی لیمار کراچی نمبر 18

4۔ کوہ دامن کی وادیاں، لکچرر فضل محمود سواتی

5۔ مجلّہ بروشال، سید محمد یحیٰی شاہ، شمالی علاقہ جات

انٹرنٹ ویب سائٹز

1. www.google.com/ishkoman
2. www.mygilgit.com/passes_mountains
3. www.tourism.pk/ishkoman
4. www.whikhypedia.com/ishkoman
5. www.gilgitbaltistan.com/ishkoman

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿انٹرویوز﴾

1۔ نمبر دار میر نبی خان،بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۱۰ بجے تا ۳ بجے شب ، ۱۰ستمبر ۲۰۰۳ء۔

2 ۔ نمبر دار رائے مرزا محمد، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر،۱۱ستمبر ۲۰۰۳ء۔

3 ۔ نمبر دار روزہ بیگ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر،۱۲ستمبر ۲۰۰۳ء۔

4 ۔ بشیر احمد المعروف حسن بائے ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر،۱۲ستمبر ۲۰۰۳ء۔

5۔ پیر سید کرم علی شاہ، سابق چیف ایگزیکٹو نادرن لیجسلیٹو کونسل،ممبر NAL اشکومن پونیال بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن،بوقت۱۰بجے صبح تا۳ بجے دوپہر ستمبر ۲۰۰۳ء

6 ۔ وزیر زادہ محمد یونس، ساکن ایمت، ستمبر ۲۰۰۲ء

7۔ سید مدد شاہ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۲ بجے دوپہر، ۱۲ستمبر ۲۰۰۳ء۔

8۔ سرفراز خان ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر، ۱۵ستمبر ۲۰۰۳ء۔

9۔ لیوی عبی خان، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن، بوقت ۸ بجے صبح تا ۵ بجے دوپہر،۱۵ستمبر ۲۰۰۳ء۔

10۔ ناجم خان ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۹ بجے صبح تا ۱۲ بجے

دوپہر،۱۵ستمبر ۲۰۰۳ء۔

11۔ محمد پناہ ولد شیلی خان، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۱ بجے دوپہر،۱۵ستمبر ۲۰۰۳ء۔

12۔ صوبیدار خوشی خان، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۳ بجے دوپہر، ۱۰اکتوبر ۲۰۰۳ء

13۔ عالیجاہ رحمت خان ولد عرب خان، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۲ بجے دوپہر،۱۸اکتوبر ۲۰۰۳ء

14۔ لیوی علی مراد، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۴ بجے دوپہر،۲۰ستمبر ۲۰۰۳ء

15۔ رحمٰن پناہ،خلیفہ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۰ بجے دوپہر، ۱۰اکتوبر ۲۰۰۳ء

16۔ شاہ ندیر ولد صبر علی بلہز، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۰ بجے دوپہر،۱۲اکتوبر ۲۰۰۳ء

17۔ سید احمد علی شاہ،چٹورکھنڈ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر،۱۳اکتوبر ۲۰۰۳ء

18۔ سخی مراد، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا۹ بجے شام ،۱۱اکتوبر ۲۰۰۳ء

19۔ سخی پناہ خلیفہ ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا۱۱ بجے دوپہر، ۱۶اکتوبر ۲۰۰۳ء

20۔ سناور شاہ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۱۰بجے صبح تا۱۲ بجے دوپہر، ۱۷اکتوبر ۲۰۰۳ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

21۔ خوش رنگ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا۹ بجے دوپہر، ۱۷،اکتوبر۲۰۰۳ء

22 ۔ راجہ عافیت خان ایمت ستمبر۲۰۰۴ء

23۔ پھرست نامہ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر،۱۴اکتوبر۲۰۰۳ء

24۔ محمد دینار،بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۱ بجے دوپہر ۱۹،اکتوبر۲۰۰۳ء

25۔ عالیجاہ غلام رسول ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت۱۰بجے صبح تا ۱۱ بجے دوپہر، ۲۵اکتوبر۲۰۰۳ء

26۔ عالیجاہ محمد پناہ ولد جناپو ،بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر،۱۳اکتوبر۲۰۰۳ء

27۔ رحیم پناہ، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن ، بوقت ۸ بجے صبح تا۱۰بجے دوپہر، ۲۲ستمبر۲۰۰۳ء

28۔ کاغذ بی بی، بسلسلہ تشکیل راجوڑہ اشکومن، بوقت ۳ بجے صبح تا۷ بجے شام، ۲۲ستمبر۲۰۰۳ء

29۔ علی مراد(تھوئی یاسین) ممبر قانون ساز کونسل شمالی علاقہ جات، انٹرویو، بوقت ۱۰ بجے تا ۵ بجے شام ،۲۳ دسمبر ۲۰۰۸ء

30۔ راجہ محمد علی خان ولد راجہ میر باز خان چٹورکھنڈ، ملاقات، ۱۶جنوری ۲۰۱۰ء۔

31۔ راجہ منصورعلی خان چٹورکھنڈ،ملاقات ۱۶جنوری ۲۰۱۰ء۔

32۔ نمبردار عبدالانصیاب دائین اشکومن، مارچ ۲۰۱۰ء۔

مصنف کا شجرۂ نسب

محمد جان ولد رحمت جان ولد جناپو ولدحیاب ولد حائیپو ولدخداداد ولد مان اول ولد حوس خان اول ولد شیتھام ولدجہانگیر ولد کھولٹ ولد گرگس بٹ کور گلگت سے اشکومن آیا گرگس نسلاً شین قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور اب ان کی نسل سے اس علاقے میں ماریئے قوم آباد ہیں جن کی مجموعی آبادی اَسی گھرانوں سے زائد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ورشگوم اور چترال کے حکمرانوں کے گلگت اور گرد و نواح کے علاقوں پر حملے کی وجہ سے یہ لوگ قیدی بنا کر یاسین کی طرف لائے گئے اور مختلف علاقوں میں شاہی خدمات پر معمور کیا۔ اس وجہ سے ان علاقوں میں ہی آباد ہوگئے۔

☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com